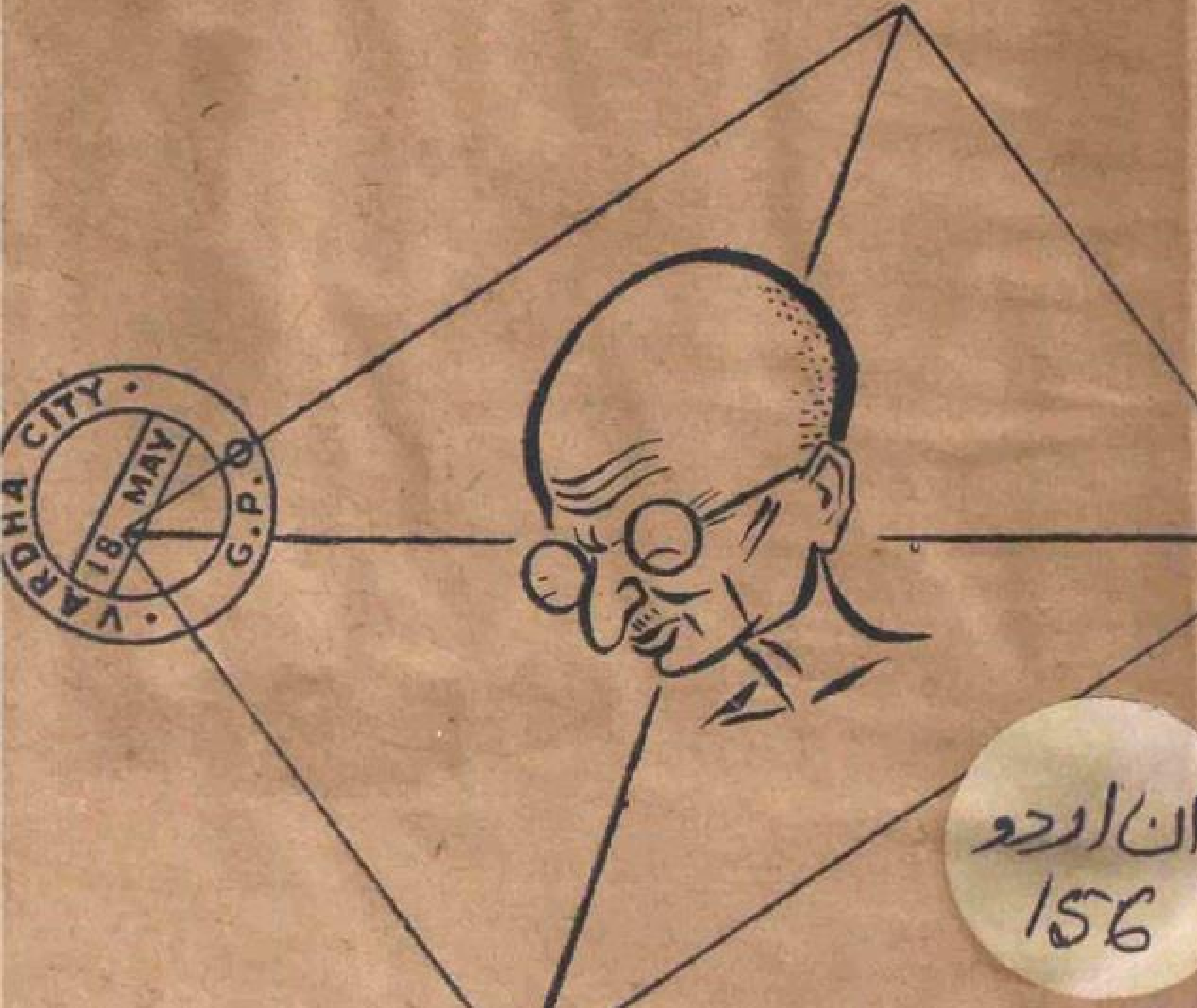
مہاتما گاندھی

کے

تاریخی خطوط



ماڈرن پبلیکیشنز لمیٹڈ

گاندھی جی

کے

تاریخی خطوط

مؤلّف

روشن لال ایم۔ اے

قیمت تین روپے

کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام لالہ گوردتہ کپور منیجر کے چھپا
اور سردار مہندر پرتاپ سنگھ نے برائے ماڈرن پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور
نے شائع کیا۔ ٹیلیفون ۲۲۳۹

دیباچہ

ان صفحات میں میں نے گاندھی جی کے ان تاریخی خطوط کو اکٹھا کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنے عرصۂ حیات میں وقتاً فوقتاً ہندوستان کے وائسراؤں۔ مشہور برطانوی مدبروں و دیگر مشہور ہستیوں کو لکھے۔ یہ خطوط ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ودیشی راج کے خلاف ہندوستان کے بے تاج بادشاہ کی لگاتار کوششوں کی ایک لمبی داستان ہیں۔ ان خطوط میں ہمیں گاندھی جی کی عظیم شخصیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور ان کے ذہن کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

گاندھی جی کی تمام زندگی برطانوی سامراج سے جنگ کرتے گزری ہے۔ شروع کے کچھ خطوط کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ گاندھی جی ہندوستان کی تحریک آزادی کے آغاز میں اتنے انتہا پسند نہ تھے (موجودہ دور کے جوشیلے ولولہ خیز نوجوان تو اب بھی انہیں اعتدال پسند سمجھتے ہیں) شروع شروع میں گاندھی جی کا رویہ برطانوی حکمرانوں کے ساتھ نہایت مصالحانہ رہا۔ یہ صرف گاندھی جی ہی پر موقوف نہیں۔ موجودہ صدی کے آغاز کے تمام محبانِ وطن اعتدال پسند تھے۔ آنجہانی دادا بھائی ناروجی جب سب سے پہلے برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر چنے گئے۔ تو انہوں نے بر سرِ اجلاس برطانوی عدل و انصاف کے حق میں وہ قصیدہ گوئی کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس زمانے میں انہوں نے جابجا اپنی تقریروں میں یہی کہا۔ کہ انگریز ہندوستان میں ایک عظیم نصب العین لے کر آیا ہے۔ اور کہ برطانوی راج ہندوستان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا۔ آنجہانی دادا بھائی ناروجی پر آہستہ آہستہ برطانوی ڈپلومیسی کی

تعمیر کسلنی گئی اور برطانوی عدل و انصاف کے متعلق ان کا رویہ بدلتا گیا۔

گاندھی جی دادا بھائی سے مقابلتاً زیادہ حقیقت شناس واقع ہوئے ہیں۔ تاہم شروع ایام میں انہوں نے بھی برطانیہ کی ہر ممکن طریقہ سے مدد کی۔ لیکن انہوں نے دیکھا۔ کہ انگریز کے من کو خلوص و محبت سے جیتنا ممکن نہیں۔ لہذا وہ مہاتما جس نے ۱۶-۱۹۱۵ء میں جنگی سرگرمیوں کے سلسلہ میں اتحادیوں کے لئے فوجی بھرتی میں مدد دی وہی مہاتما ۱۹۴۲ء کی بغاوت کا سرغنہ بنا۔

گاندھی جی کے یہ خط محض شخصی چٹھیاں ہی نہیں۔ بلکہ ہندوستان کی پچاس سالہ تحریک آزادی کا آئینہ ہیں۔ اس لحاظ سے یہ خطوط محض جذباتی کشش ہی نہیں بلکہ تاریخی اور اطلاعی اہمیت بھی رکھتے ہیں۔ مولف و مترجم کو کامل یقین ہے کہ ان خطوط کا مطالعہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی رکھنے والے لوگوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ مولف بابو شانتی پرکاش کوہلی دکامرید موہن لال آزاد کا مشکور ہے۔ جنہوں نے ان خطوط کی تنظیم و ترجمے میں اس کی امداد کی۔

روشن لال۔

فہرست خطوط

گاندھی جی کی مختصر سوانح حیات

موہن داس کرم چند گاندھی۔ جو آج مہاتما گاندھی کے نام سے مشہور ہیں ۱۸۶۹ء میں ایک قدامت پسند گجراتی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ یہ گھرانہ کاٹھیاواڑ کی کئی ایک ریاستوں کے ساتھ اپنی وفاداری کے لئے مشہور تھا۔ ان کے والد بزرگوار ریاست راجکوٹ کے وزیر اعظم تھے۔ اور ان کے دادا ریاست پوربندر کے وزیر اعظم تھے۔ ان کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ کچھ سازشوں کے نتیجہ کے طور پر ان کے دادا صاحب کو ایک ہمسایہ ریاست میں پناہ لینا پڑی۔ وہاں انہوں نے اس ریاست کے راجہ کو بائیں ہاتھ سے سلام کیا۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے جواب دیا۔ "میرا دایاں ہاتھ ریاست پوربندر کے لئے وقف ہے۔"

گاندھی جی کی والدہ محترمہ بڑی سادہ۔ پاکیزہ عادات رکھنے والی اور ایشور بھگت خاتون تھیں۔ ہر روز باقاعدہ مندر جایا کرتی تھیں۔ مذہبی جذبہ گاندھی جی کو اپنی والدہ سے ہی وراثت میں ملا ہے۔

گاندھی جی کی شادی ۱۲ سال کی ادائیلی عمر میں ہی کستوربا کے ساتھ ہو گئی۔ اور شادی کے ۷ سال بعد ۱۹ سال کی عمر میں آپ قانون کی اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلینڈ کو روانہ ہو گئے۔ اپنا مطالعہ ختم کرنے کے بعد انہیں ایک بہت بڑی تاجر فرم کی طرف سے ایک مقدمہ کی پیروی کرنے کے لئے جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ یہاں جنوبی افریقہ میں ہی ان کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ اُس وقت اُس ملک میں کم و بیش ڈیڑھ لاکھ ہندوستانی موجود تھے۔ جو عملی طور پر غلاموں جیسی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کالے رنگ کی بنا پر ان کے ساتھ امتیازی سلوک ہوتا تھا۔ اور بہت سی سیاسی و مجلسی پابندیاں ان پر عائد تھیں۔ جنوبی افریقہ میں ان ہندوستانیوں کی آزادی کے لئے گاندھی جی نے جو جدوجہد کی۔ وہ بذات خود ان کی سیاسی زندگی کا ایک باب ہے۔ کئی دفعہ تو ان کی

زندگی بھی خطرہ میں پڑ گئی۔ لیکن کوئی بھی مشکل اس نڈر ہندوستانی بیرسٹر کو انصاف اور سچائی کی راہ سے نہیں ہٹا سکی۔ جنوبی افریقہ میں انھوں نے عدم تشدد پر کاربند رہتے ہوئے ستیہ آگرہ کی بہادرانہ جدوجہد اس قدر استقلال اور قربانی کے جذبہ کے ساتھ لڑی۔ کہ آخر مغرور جنرل سمٹس کو بھی عدم تشدد پر کاربند ہندوستانی ستیہ آگرہیوں کے سامنے جھک کر سمجھوتہ کرنا پڑا۔

جنوبی افریقہ سے گاندھی جی ہندوستان لوٹے۔ برطانوی انصاف میں ان کا وشواس بالکل متزلزل ہو چکا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ ہندوستانیوں نے اس جنگ میں بڑی قربانیاں دیں۔ لیکن ہندوستان کو ہوم رول دیئے جانے کا وعدہ پورا نہ کیا گیا۔ اس کی بجائے ہندوستانی دیش بھگتوں کے بڑے بڑے ہجوموں پر بے تحاشا گولیاں چلائی گئیں۔ ہندوستان کو برطانیہ کا ساتھ دینے کا یہ انعام ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے غیر ملکی راج کا خاتمہ کرنے کی دھن میں مشترکہ محاذ بنا لیا۔ گاندھی جی کو ۶ سال قید کی سزا دے کر جیل بھیج دیا گیا۔

اس کے دس سال بعد آپ نے پھر ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک اور جدوجہد کی۔ جس کا خاتمہ گاندھی جی اور اس وقت کے وائسرائے لارڈ ارون کے باہمی سمجھوتہ پر ہوا۔ اس سمجھوتہ کو گاندھی ارون پیکٹ کہا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد برطانوی سیاستدانوں کی دعوت پر آپ گول میز کانفرنس میں جو انگلینڈ میں ہو رہی تھی ہندوستان کا مطالبہ پیش کرنے کے لئے انگلینڈ گئے۔ لیکن پھر انہیں برطانیہ کی نمائشی باتوں کا بڑا تلخ تجربہ ہوا۔ کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ اور پھر ہندوستان کو ۲ سال تک لاٹھیوں۔ گولیوں۔ جیلوں اور مارشل لا کے دور سے گزرنا پڑا۔

۱۹۴۲ء میں آپ ایک لحاظ سے اگست تحریک کے بانی تھے۔ جسے انگریزوں نے اپنی سنگینوں کے ساتھ کچل تو دیا۔ لیکن پھر بھی ہندوستان کی سیاسی تواریخ میں یہ تحریک آزادی کے حصول کے لئے لوگوں کے زبردست ابھار کے طور پر ہمیشہ یاد رہے گی۔

سیاسیات کے علاوہ سماجی اور مذہبی مسائل میں بھی گاندھی جی کو دلچسپی ہے۔ آپ
رتوں اور اچھوتوں کی تکالیف کو دُور کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ اور دُنیا
یں ایک نئی فلاسفی کو جنم دینے کے لئے آپ نے پوری کوشش کی ہے۔ تعلیم کی طرف بھی
پ پوری توجہ دیتے ہیں۔ اور آپ ہی واردھا سکیم کے بانی ہیں۔ گویا دوسرے الفاظ
یں گاندھی جی سیاست دان بھی ہیں۔ سنت بھی ہیں۔ اور ایک تعمیری فلاسفر بھی ہیں۔
سب کچھ آپ کے چھوٹے سے کمزور وجود میں جمع ہے۔

Our English Publications.

1. **Punjab Belongs to the Sikhs.** —Bhushan Chander — Rs. 2/8
2. **Blue Print For Freedom.** —Shahid Pravin — Rs. 2/4
3. **Why We Must Avoid the Civil War.** —Tara Singh — Rs. 3/4
4. **Slaves of Slaves.** —R. L. Khipple — Rs. 2/12
5. **Vital Islam.** —Prof. Abdul Majid Khan — Rs. 2/4
6. **A Double Miracle. (Poems)** —Dr. Mohan Singh — Rs. 1/8
7. **Sikhism.** —Sir Jogindra Singh & Gurmukh Nihal Singh — Re 1/-
8. **Thoughts Old & New.** —Devindar and Nizam — Re. 1/-
9. **Shah Nawaz Speaks.** —Prof. Abdul Bari — Re. 1/-
10. **Is Netaji Dead.** —Prof. Abdul Bari — As. -/12-
11. **Revolt of the Sikh Youth.** —Ratan Singh — Rs. 3/-

Hindustan & Pakistan. —Inder Mohan B.A.LL.B. — Rs. 3/-

12. **Sikhs—Yesterday & Today.** Khushwant Singh — *(In Press)*

لارڈ چیمسفورڈ کے نام خط

جنگ عظیم کے دوران میں برٹش سیاست والوں نے دہلی میں ایک جنگی کانفرنس طلب کی جس میں گاندھی جی بھی مدعو کیے گئے لیکن مہاتما جی نے اس کانفرنس میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ ان کے انکار کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ لوکمانیہ تلک ۔ مسز بیسنٹ ۔ اور علی برادران جنہیں گاندھی جی ملک کے بڑے نامور لیڈر سمجھتے تھے۔ اس کانفرنس میں مدعو نہیں کیے گئے تھے۔ لیکن وائسرائے کے ساتھ ایک ذاتی ملاقات کے بعد گاندھی جی نے کانفرنس میں شامل ہونا منظور کر لیا۔

اس دوران میں گاندھی جی نے مندرجہ ذیل خط لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا۔ جس میں انھوں نے اتحادیوں کو بھرتی کی امداد دینے پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے اس بات کے لئے معذرت ظاہر کی کہ وہ اپنے ہموطنوں کو اتحادیوں کی مالی امداد کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ہندوستان پہلے ہی اپنے حصہ سے زیادہ مالی امداد دے چکا ہے۔ گاندھی جی نے برطانیہ سے یہ بھی اپیل کی۔ کہ وہ اسلامی حکومتوں کے مفاد کی حفاظت کے متعلق بھی یقین دلائے

مجھے انگریز قوم سے محبت ہے

"جناب والا! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ میں انگریز قوم کے ساتھ بھی محبت کرتا ہوں لیکن اچھی طرح غور و خوض کرنے کے بعد میں آپ کو یہ اطلاع دینے کے لئے مجبور ہو گیا کہ میں اس کانفرنس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجوہ میں نے ۲۶ اپریل کے خط میں بیان کی تھیں۔ لیکن آپ نے مجھے ملاقات کا جو شرف بخشا۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو کانفرنس میں شامل ہونے پر راضی کر لیا ہے۔ چاہے اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ کہ میرے دل میں آپ کی عزت ہے۔ عدم شمولیت کے لئے میری ایک وجہ اور شاید

سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ لوکمانیہ تلک۔ مسز بسنٹ اور علی برادران جنہیں میں رائے عام کے زبردست ترین لیڈر سمجھتا ہوں۔ اس کانفرنس میں مدعو نہیں کئے گئے تھے۔ میں ابھی یہ یقین رکھتا ہوں کہ ان کو مدعو نہ کرنا بہت بڑی غلطی تھی۔ اور میں مودبانہ طور پر درخواست کرتا ہوں۔ کہ یہ غلطی اس طرح سے دور کی جا سکتی ہے۔ کہ یہ لیڈر صوبائی کانفرنس میں جو اس کے بعد ہوگی۔ صلاح مشورہ کے لئے مدعو کر لئے جائیں۔ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ کوئی بھی حکومت ان لیڈروں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ جو لوگوں کی بہت بڑی تعداد کی نمائندگی کرتے ہوں۔ جیسا کہ یہ لوگ کرتے ہیں۔ چاہے ان کے خیالات بنیادی طور پر مختلف ہی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہتے ہوئے بھی مجھے خوشی ہوتی ہے۔ کہ کانفرنس کی کمیٹیوں میں ساری پارٹیوں کو اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میں نے نوالستہ اس کمیٹی کی کانفرنس میں جس کا میں ممبر تھا۔ اپنے خیالات ظاہر نہیں کئے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ میں پیش کردہ ریزولیوشنوں کی حمایت کر کے ہی کانفرنس کا مقصد پورا کر سکتا ہوں۔ چنانچہ یہ کام میں نے پوری طرح کیا ہے مجھے امید ہے کہ میں اپنے الفاظ کو عملی شکل فوراً اسی وقت دے سکوں گا جب گورنمنٹ میری اس پیش کش کو قبول کرے۔ جو میں اس کے ساتھ ہی علیحدہ لفافہ میں بھیج رہا ہوں۔

میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اس خطرہ کے وقت ہمیں بالکل واضح طور پر اور پوری طرح سلطنت برطانیہ کی مدد کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ہم نے پیش کش بھی کی ہے۔ کیوں کہ ہم خود بھی مستقبل قریب میں دوسری ڈومینیوں کی طرح ہی اس ایمپائر کا رکن بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن صاف بات یہ ہے۔ کہ ہماری امداد کی اس خواہش میں ایک غرض پنہاں ہے۔ اور وہ یہ کہ اس وقت مدد کر کے ہم زیادہ تیزی کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل کر سکیں گے۔ اس لئے چونکہ فرض کی ادائیگی اپنے ساتھ مراعات بھی لاتی ہے۔ لوگوں کو یہ یقین کرنے کا حق ہے۔ کہ آپ کی تقریر میں قومی اصلاحات کی طرف جو اشارہ

ہے۔ اس میں کانگرس لیگ سکیم کے سارے بنیادی نکات شامل ہونگے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس امید نے ہی کانفرنس کے ہر ممبر کو اس بات کے لئے تیار کیا ہے۔ کہ وہ صدق دلی کے ساتھ گورنمنٹ کو تعاون دے۔ اگر میں اپنے ہم وطنوں کو اپنے قدم پیچھے ہٹانے کے لئے تیار کر سکوں۔ تو میں کوشش کرونگا۔ کہ وہ کانگرس کے تمام ریزولیوشن واپس لے لیں۔ اور جنگ کے دوران میں "ہوم رول" یا "ذمہ وار گورنمنٹ" کا نام بھی نہ لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان اس نازک موقعہ پر اپنے تمام تندرست جوان ایمپائر کی خاطر قربان کرنے کے لئے پیش کر دے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ ایسا کر کے ہندوستان برطانوی سلطنت کا ایک باعزت اور منظور نظر حصہ دار بن جائے گا۔ اور نسلی امتیازات ایک ماضی کا افسانہ بن کر رہ جائیں گے۔ لیکن بدقسمتی سے عملاً سارے تعلیم یافتہ ہندوستان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ کم موثر راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ کہہ دینا غلط ہے کہ تعلیم یافتہ ہندوستانی عوام میں کوئی اثر نہیں رکھتے۔ جنوبی افریقہ سے ہندوستان واپس پہنچنے کے بعد سے میں عام لوگوں کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا آیا ہوں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہوم رول کی خواہش ان کے دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ میں کانگرس کے پچھلے اجلاس میں حاضر تھا۔ اور میں بھی اس ریزولیوشن کا حمایتی تھا۔ کہ پارلیمنٹ ایک خاص قانون کے ذریعہ کچھ میعاد مقرر کر کے اس میعاد کے اندر اندر ہندوستان کو مکمل ذمہ وار گورنمنٹ دینے کا اعلان کر دے۔ میں مانتا ہوں کہ اس قسم کا قدم بڑا دلیرانہ ہوگا۔ لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے۔ کہ جلد از جلد حاصل ہونے والے ہوم رول کی امید سے کم کوئی چیز بھی ہندوستان کے لوگوں کی تشفی نہیں کر سکتی۔ میں جانتا ہوں، کہ ہندوستان میں کئی ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو ان مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی قربانی کو بڑا نہیں سمجھتے۔ اور وہ صریحاً اس بات کا بھی احساس کرتے ہیں۔ کہ اس ایمپائر کے نام پر جس کے اندر رہ کر وہ اپنی آخری منزل تک پہنچنے کی امید اور خواہش رکھتے ہیں۔ انہیں ہر ممکن قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ گویا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ہمیں بے چون و چرا دل و جان سے ایمپائر کو خطرہ سے بچانے کے لئے ہر ممکن قربانی کرنا چاہئے۔ یہ راہ اختیار کر کے ہم آزادی کی منزلِ مقصود کی طرف نہایت

سرعت سے گامزن ہوں گے۔ اس بنیادی سچائی کو نہ سمجھنا قومی خودکشی کے مترادف ہو گا۔ ہمیں یہ احساس ہے۔ کہ اگر ہم ایمپائر کی خدمت کریں گے۔ تو اپنے اس عمل کے ساتھ ہی ہوم رول بھی حاصل کر سکیں گے۔

اس لئے میں تو یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ ہمیں ایمپائر کی حفاظت کے لئے ہر آدمی دے دینا چاہیئے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ مالی امداد کے متعلق میں یہی بات نہیں کہہ سکتا عوام کے ساتھ میرے قریب ترین تعلق نے مجھے یقین دلا دیا ہے۔ کہ ہندوستان پہلے ہی اپنی طاقت سے بہت زیادہ روپیہ شاہی خزانہ کو دے چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بات کرتے ہوئے میں اپنے ملک کے لوگوں کی اکثریت کے خیال کی ترجمانی کر رہا ہوں۔

یہ کانفرنس میرے لئے۔ اور میرے خیال میں ہم میں سے بہتوں کے لئے ــــ اپنی زندگیاں ایک مشترکہ کاز کے لئے وقف کرنے کی طرف ایک قطعی قدم کا درجہ رکھتی ہے لیکن ہماری حالت بڑی عجیب ہے۔ ہم ایک بہتر مقصد کی امید لے کر اپنی زندگیاں وقف کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اور اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہوں گا۔ اگر میں بالکل واضح اور صاف طور پر یہ نہ بتا دوں۔ کہ ہم آپ سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ میں اپنے مطلب کے حصول کے لئے سودا بازی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ امید کا پورا نہ ہونا بداعتمادی پیدا کرتا ہے۔ ایک چیز کو میں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا۔ آپ نے ہم سب سے اپیل کی ہے۔ کہ ہم باہمی اختلافات کو بھلا دیں۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم افسران کے ظلم اور زیادتیوں کو بھی برداشت کرنا شروع کر دیں۔ تو میں آپ کی اپیل کو منظور نہیں کر سکتا۔ میں منظم ظلم کا آخری حد تک مقابلہ کروں گا۔ افسران کو تاکید کر دی جانی چاہیئے۔ کہ وہ کسی بھی شخص کے ساتھ بُرا سلوک نہ کریں۔ اور پہلے سے بہت زیادہ رائے عامہ کی عزت کریں۔ اور لوگوں کے مشورہ کے ساتھ چلیں۔ چمپارن میں دیرینہ ظلم کا مقابلہ کر کے میں نے برٹش انصاف کا نام روشن کر دیا ہے۔ کیرا میں لوگ حکومت کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ اب وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ نہیں۔ بلکہ وہ خود ایک طاقت ہیں۔ بشرطیکہ وہ سچائی کے لئے قربانی کرنے کو تیار ہوں۔ اس لئے عوام کے

دلوں سے تلخی کم ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے آپ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ حکومت لوگوں کے لئے ہونی چاہیئے۔ چونکہ ذمہ دارانہ حکومت بے انصافی کے خلاف پُر امن مظاہرے کا ہمیشہ احترام کرتی ہے۔ اس لئے چمپارن اور کیرا کے واقعات کی کوششوں کی امداد میں میرے خاص۔ براہِ راست اور قطعی اقدام ہیں۔ آپ مجھے اس پہلو میں اپنی سرگرمیاں بند کر دینے کے لئے کہیں گے۔ تو گویا آپ مجھے اپنی زندگی ختم کر دینے کے لئے کہہ رہے ہوں گے۔ اگر میں روحانی طاقت کو جو حیوانی سینہ زوری کے مقابلہ میں جذبۂ محبت کا دوسرا نام ہے۔ ہر دلعزیز بنانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ تو میں جانتا ہوں۔ کہ میں ایک ایسا ہندوستان تیار کر سکوں گا۔ جو ساری دُنیا کی بدترین طاقت کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس لئے میں ہر وقت اپنے آپ کو اخلاقی ضبط سے اس بات کے لئے تیار رکھتا ہوں۔ کہ قربانی کے دائمی اصول کو اپنی زندگی میں پیش کر سکوں۔ اور لوگوں کے سامنے رکھ سکوں۔ اگر کسی دُوسری سرگرمی میں۔ میں حصہ لیتا بھی ہوں۔ تو مقصد صرف اس قانون کی لاثانی برتری ثابت کرنا ہوتا ہے۔

آخر میں میں آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں۔ کہ آپ ملک معظم کے وزراء سے یہ درخواست کریں۔ کہ وہ اسلامی حکومتوں کے مستقبل کے متعلق قطعی یقین دلائیں۔ یقیناً آپ کو یہ معلوم ہے۔ کہ ہر مسلمان کو ان حکومتوں میں بڑی دلچسپی ہے بلطور ہندو میں بھی ان کی اس خواہش سے لاپرواہ نہیں ہو سکتا۔ ان کے مصائب ہمارے مصائب ہیں۔ ان حکومتوں کے حقوق کی حفاظت۔ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے احترام اور ان کے مقدس مقامات کی نگہبانی نیز ہندوستان کو خود مختارانہ حکومت دیئے جانے سے متعلقہ انصاف پروری میں ہی برطانوی سلطنت کی بھلائی ہے۔ میں اسی لئے یہ سب کچھ لکھ رہا ہوں۔ کیوں کہ میں انگریز قوم سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں ہر ہندوستانی کے دل میں انگریزوں کے لئے جذبہ وفاداری پیدا کرنا چاہتا ہوں۔"

صورت میں عدم تعاون ایک اہم ضرورت بن جاتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس بات کا اعتراف کریں گے کہ میرے اور میرا مشورہ قبول کرنے والے دیگر لوگوں کے سامنے صرف اپنے فرض کا احساس ہے۔ اور کوئی ذاتی مطلب کی تکمیل مقصود نہیں۔

آپ کا خادم۔ ایم۔ کے۔ گاندھی

لارڈ چیمسفورڈ کو الٹی میٹم

(جب پچھلی جنگ عظیم ختم ہوگئی۔ تو پیرس میں ٹرکی کے متعلق ایک معاہدہ صلح تیار کیا گیا۔ جس کے ماتحت ٹرکی کے حصے بخرے کئے جانے تھے۔ اور صرف قسطنطنیہ اور اس کی حفاظت کے لئے ارد گرد کا تھوڑا سا علاقہ ہی سلطان کو دیا جانا تھا۔ جنگ کے دوران میں اس وقت کے برٹش وزیراعظم آنجہانی لائیڈ جارج نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ ٹرکی کو ایشیائے کوچک اور تھریس کے زرخیز علاقوں سے محروم نہیں کیا جائیگا۔ مذکورہ معاہدہ میں لائیڈ جارج کے ان اعلانوں کی خلاف ورزی ہوئی تھی۔ اس لئے ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کی اس چالبازی کے خلاف انتہائی برافروختہ تھے۔ اس وقت گاندھی جی نے مسلمانوں کی پوری حمایت کی۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کو مشورہ دیا۔ کہ وہ وائسرائے کی حکومت سے اپنی حمایت واپس لے لیں۔ مسلم جذبات کے ساتھ جو زبردست ظلم کیا گیا تھا اس کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے انھوں نے لارڈ چلمز فورڈ کو مندرجہ ذیل خط لکھا جس میں انہیں مشورہ دیا گیا تھا۔ کہ وہ اتحادیوں کے سامنے مسلمانوں کا نکتہ نگاہ پیش کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ہندوستان کے سامنے عدم تعاون کے سوا کوئی دوسرا رستہ نہیں رہے گا)۔

ہمیں برطانوی انصاف پر بھروسہ نہیں رہا

"جناب والا! مجھے آپ کا کچھ اعتماد بھی حاصل رہا ہے۔ اور میں برٹش ایمپائر کا وفادار و بہی خواہ ہونے کا بھی مدعی رہا ہوں۔ اس حیثیت میں میں آپ کی طرف اور آپ کی معرفت برطانوی حکومت کی طرف اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ مسئلہ خلافت کے متعلق اپنی پوزیشن اور اپنے طرز عمل کی وضاحت کروں۔

جنگ کے بالکل شروع میں ہی جس وقت میں انڈین والنٹیئرز ایمبولینس کور کی تنظیم کے سلسلہ میں ابھی لنڈن میں ہی تھا میں خلافت کے سوال میں دلچسپی لینے لگا۔ میں نے دیکھا کہ جب ٹرکی نے جرمنی کے اتحادی کے طور پر جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ تو لنڈن میں رہنے والے مسلمانوں میں بہت بڑا اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ جنوری ۱۹۱۵ء میں ہندوستان پہنچنے پر میں جن مسلمانوں کے ساتھ ملا۔ ان کے اندر بھی میں نے اسی قسم کی گھبراہٹ اور تشویش و اضطراب کے آثار دیکھے۔ جب خفیہ معاہدوں کے متعلق اطلاعات فاش ہونے لگیں۔ تو ان کی تشویش میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ انہیں برطانیہ پر کوئی اعتبار باقی نہ رہا اور وہ مایوس ہو گئے۔ اس وقت بھی میں نے اپنے مسلمان دوستوں کو مشورہ دیا۔ کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ بلکہ پُر امن طریقہ سے اپنے خدشات اور اپنی خواہشات کا اظہار کریں۔

یہ اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ پچھلے ۵ سال میں سارے ہندوستانی مسلمانوں نے بڑے ضبط سے کام لیا ہے۔ اور لیڈر اپنے فرقوں کے برافروختہ عناصر کو پوری طرح قابو میں رکھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

لیکن صلح کی جو شرطیں طے ہوئی ہیں۔ اور جس طرح آپ نے ان کو جائز ٹھہرایا ہے اس سے ہندوستان کے مسلمانوں کے جذبات کو ایسا دھکا لگا ہے۔ جس سے سنبھلنا بہت مشکل ہوگا۔ معاہدہ صلح کی شرائط وزراء کے وعدوں کی خلاف ورزی کرتی ہیں۔ اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اپنے مسلمان ہم وطنوں کے ساتھ گہری دوستی کی خواہش رکھنے والے ایک سچے ہندو کی حیثیت سے میں ہندوستان کا ایک نااہل فرزند ہونگا۔ اگر میں اس مصیبت کے وقت ان کا ساتھ نہ دوں۔ میری رائے میں ان کا مطالبہ جائز ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کے جذبات کا احترام کرنا ہے۔ تو انہیں سزا نہیں دی جانی چاہئے۔ مسلمان سپاہیوں نے خود اپنے خلیفہ کو سزا دینے یا اس کے علاقوں سے محروم کرنے کے لئے جنگ نہیں لڑی۔ گذشتہ ۵ سال کے عرصہ میں مسلمانوں کا رویہ لگاتار یکساں رہا ہے۔

ایمپائر کی طرف جس کا میں وفادار ہوں۔ میرا فرض یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں

کے جذبات کے ساتھ جو ظلم کیا گیا ہے۔ اس کے خلاف حتی الامکان مزاحمت کروں۔
مسلمان اور ہندو دونوں بہ حیثیت مجموعی برطانوی انصاف میں اپنا یقین کھو چکے ہیں۔ ہنٹر کمیٹی کی اکثریت کی رپورٹ۔ اس رپورٹ پر آپ کے ریمارکس۔ نیز مسٹر مانٹیگو کے جواب نے اس بے اعتمادی میں اور بھی زیادہ اضافہ کیا ہے۔

ان حالات میں میرے جیسے انسان کے لئے دو ہی رستے ہیں۔ یا تو وہ برٹش راج کے ساتھ سارے تعلقات منقطع کر لے۔ اور یا اگر مجھے اب بھی دوسرے سارے راج آئینوں کے مقابلہ میں برٹش آئین ہی برتر نظر آئے۔ تو ایسے ذرائع اختیار کروں جن سے اس بے انصافی کا ازالہ ہو سکے۔ اور کھویا ہوا اعتماد بحال ہو جائے۔ ابھی مجھے برٹش آئین کی برتری پر اعتماد ہے۔ سو مجھے اب بھی امید ہے۔ کہ اگر ہم مطلوبہ قربانی کر سکیں تو اب بھی کسی نہ کسی طرح انصاف ہو ہی جائیگا۔ دراصل برٹش آئین کے متعلق میرا تصور یہ ہے۔ کہ وہ صرف ان کی ہی مدد کرتا ہے۔ جو اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔ میں یہ یقین نہیں رکھتا۔ کہ وہ کمزوروں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ وہ طاقتوروں کو اپنی طاقت قائم رکھنے اور اس میں مزید اضافہ کرنے کے لئے کافی گنجائش دیتا ہے لیکن کمزوروں کو اس آئین کے ماتحت نقصان بھی پہنچتا ہے۔

ان حالات میں چونکہ میں برٹش آئین میں یقین رکھتا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے مسلمان دوستوں کو مشورہ دیا ہے۔ کہ اگر معاہدہ صلح کی شرائط میں برٹش وزراء کے وعدوں اور مسلم جذبات کا خیال رکھتے ہوئے مناسب تبدیلیاں نہیں ہوتیں۔ تو وہ وائسرائے کی گورنمنٹ سے تعاون واپس لے لیں۔ اور ہندوؤں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ان کا ساتھ دیں۔ برٹش وزراء اس شدید بے انصافی کے اگر مرتکب نہیں تو کم از کم شریک ضرور بنے ہیں۔ اس کے خلاف زبردست اظہار ناپسندیدگی کرنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے تین رستے ہیں:-

۱۔ تشدد کا رستہ اختیار کریں۔

۲۔ لوگوں کو اجتماعی ہجرت کی تلقین کریں۔

(۳۱) حکومت کے ساتھ عدم تعاون کر کے اس بے انصافی سے لاتعلقی کا اظہار کریں۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ ایک وقت تھا جب مسلمانوں میں زیادہ دلیر اور ساتھ ہی زیادہ لاپرواہ لوگ تشدد کے حامی تھے۔ اور ہجرت کا نعرہ اب بھی مسلمانوں کا جنگی نعرہ بنا ہوا ہے۔ میں یہ دعوے کرنے کی جرات کر سکتا ہوں۔ کہ میں بڑے صبر کے ساتھ سمجھا بجھا کر تشدد کے حامی لوگوں کو تشدد کی راہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میں نے انہیں محض اخلاقی وجوہ کی بنا پر تشدد کے رستہ سے نہیں ہٹایا۔ میں نے یہ کوشش ہی نہیں کی۔ صرف مصلحت کے نکتہ نگاہ سے انہیں اس راستہ کو چھوڑنے پر آمادہ کیا ہے۔ لیکن بہرحال فوری طور پر نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تشدد رک گیا ہے ہجرت کے حامیوں کو بھی زبردست دھکا لگا ہے۔ گو ان کی سرگرمیاں ابھی کامل طور پر بند نہیں ہوئیں میں دعوے کرتا ہوں۔ کہ اگر لوگوں کے سامنے ایثار اور قربانی کا پُر امید طریق عمل پیش نہ کیا جاتا۔ تو سخت سے سخت تشدد بھی عوامی ابھار کو نہیں روک سکتا تھا عدم تعاون ہی اس قسم کی کھلم کھلا بغاوت کو روکنے کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ ازل سے ہی محکوم کو یہ حق رہا ہے۔ کہ وہ ظالم حکمران کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دے۔

میں یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ جب عام لوگ عدم تعاون کا رستہ اختیار کرتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ ہی بڑے خطرات بھی درپیش آتے ہیں لیکن یہ ہندوستان کے مسلمانوں پر بڑا نازک وقت آیا ہے۔ خطرات اُٹھائے بغیر کوئی بھی تحریک مطلوبہ تبدیلی نہیں لا سکتی بعض اوقات تھوڑا خطرہ نہ اُٹھانے کے عوض بہت بڑے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چاہے عملی طور پر قانون و عمل بالکل ختم نہ بھی ہوں۔

لیکن عدم تعاون سے بچنے کا ایک اور رستہ بھی ہے۔ مسلمان نمائندوں نے آپ سے درخواست کی ہے۔ کہ آپ خود اس ایجی ٹیشن کی راہنمائی کریں۔ جیسا کہ جنوبی افریقہ کے جھگڑے کے وقت آپ کے پیش رو وائسرائے نے کیا تھا۔ لیکن اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ تو اس

ہندوستان میں رہنے والے ہر انگریز کے نام

(۱۹۲۰-۲۱ء کی تحریک عدم تعاون کے اہم روز میں گاندھی جی نے ہندوستان میں رہنے والے انگریزوں کے نام دو دل ہلا دینے والے خطوط لکھے۔ یہ خطوط ہندوستان کی تواریخ کے ریکارڈ میں نہایت اہم دستاویزات شمار ہوں گے آنے والی نسلیں ان خطوط کو بڑی دلچسپی سے پڑھیں گی۔ اور اپنا سر اس مہان آتما — گاندھی جی — کی یاد میں عزت کے ساتھ جھکایا کریں گی۔

ان خطوط میں مہاتما جی نے انگریزوں کے سامنے اپنے دلی خیالات پیش کئے ہیں۔ ان سطور سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مہاتما جی کے دل میں عام انسانوں کے لئے کتنی محبت موجود ہے۔ انہوں نے ہندوستان میں رہنے والے ہر انگریز پر یہ بخوبی واضح کر دیا۔ کہ ان کے دل میں افراد کے خلاف کوئی دشمنی نہیں۔ آپ برٹش قوم کے ساتھ نفرت نہیں کرتے۔ آپ صرف برٹش سامراج کے شیطانی سسٹم کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ اور آپ نیک نیتی کے ساتھ انگریزوں کو بھی اس سسٹم کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے مدعو کرتے ہیں۔) "مولف"

برطانوی سامراج کو ختم کرنے میں ہمارا ساتھ دیجئے

پیارے دوست! میں چاہتا ہوں کہ ہر انگریز اس اپیل کو دیکھے۔ اور اس پر پوری طرح غور کرے۔

پہلے میں اپنا تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ میری رائے میں کسی ہندوستانی نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اتنا تعاون نہیں کیا۔ جتنا میں نے کیا ہے۔ یہ تعاون میری سیاسی زندگی کے ۲۹ سال تک جاری رہا۔ اور وہ بھی ایسے حالات میں۔ جو کسی بھی دوسرے شخص

کو پاگل بنا دینے میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ مجھ پر یقین کریں۔ جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ میرا تعاون ان سزاؤں کے ڈر سے نہیں تھا۔ جو آپ کے قانونوں کے ماتحت مل سکتی ہیں۔ نہ ہی اس میں خود غرضی کا کوئی جذبہ تھا۔ میرا تعاون آزادانہ اور رضاکارانہ تعاون تھا۔ اور اس کی وجہ میرا یہ یقین ہے۔ کہ بہ حیثیت مجموعی برٹش راج سے ہندوستان کا فائدہ ہے۔ میں نے چار دفعہ ایمپائر کی خاطر اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالا:۔

(۱) بوئر جنگ کے وقت جب میں ایمبولنس کور کا انچارج تھا۔ جس کا ذکر جنرل بلر نے اپنی کتاب میں بھی کیا ہے۔

(۲) نٹال کی ضلو بغاوت کے وقت۔ جب میں اسی قسم کی کور کا انچارج تھا۔

(۳) پچھلی جنگ شروع ہونے کے وقت۔ جب میں نے ایک ایمبولنس کور مرتب کی اور تھکا دینے والی ٹریننگ کی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا

(۴) اور اس کے بعد پھر دہلی کانفرنس کے موقعہ پر لارڈ چیمسفورڈ کے ساتھ کئے گئے وعدوں کی تکمیل میں جب میں نے ضلع کیرا میں لوگوں کو فوج میں بھرتی کرانے کے لئے مہم چلائی اور اس کے دوران میں مجھے طویل اور تھکا دینے والے کوچ کرنے پڑے جس کے نتیجہ کے طور پر مجھے پیچش ہو گئی۔ اور میں مرتے مرتے بچا۔ یہ ساری باتیں میں نے یہ کامل یقین رکھتے ہوئے کیں۔ کہ میری اس قسم کی سرگرمیوں سے میرے ملک کو ایمپائر کے اندر مساوی درجہ حاصل ہو جائیگا۔ اس لئے پچھلے دسمبر میں میں نے تعاون کے لئے صدقدلانہ اپیل کی۔ مجھے یقین تھا۔ کہ مسٹر لائیڈ جارج مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا کریں گے۔ اور پنجاب میں ہونے والے مظالم کا انکشاف ہو جانے پر پنجابیوں کو پورا اعماد حاصل ہو جائیگا۔ لیکن مسٹر لائیڈ جارج نے جو غداری کی۔ اور آپ نے جس طرح اس کی تعریف کی۔ نیز پنجاب کے واقعات کو جس طرح نظر انداز کیا گیا۔ اس سے گورنمنٹ نیز اس کی حمایت کرنے والی قوم کے نیک ارادوں میں میرا یقین بالکل ختم ہو گیا ہے۔

گو مجھے آپ کے نیک ارادوں میں یقین نہیں رہا۔ پھر بھی مجھے آپ کی نذر تا ہیں

یقین ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ چاہے آپ انصاف اور دلیل کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں۔ وہ بھی بیباکانہ صاف گوئی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔

آپ دیکھتے ہیں۔ کہ اس ایمپائر کا ہندوستان کے لئے کیا مطلب ہے :۔

ہندوستان کے ذرائع کو برطانیہ کے فائدہ کے لئے استعمال کرنا۔

لگاتار بڑھتا ہوا فوجی خرچ اور دنیا کی سب سے زیادہ خرچیلی سول سروس۔

ہندوستان کی غریبی کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر محکمہ میں انتہائی فضول خرچی۔

ساری قوم کو بے ہتھیار کرنا اور بالکل مردہ بنا دینا۔ تاکہ کہیں مسلح بغاوت کی وجہ سے آپ چند اشخاص کی جو ہمارے درمیان رہتے ہیں۔ زندگیاں خطرے میں نہ پڑ جائیں۔

نشہ آور چیزوں اور دوائیوں کی تجارت تاکہ ان کی آمدنی سے اس بھاری بھر کم نوکرشاہی کو قائم رکھا جائے

لگاتار بڑھتی ہوئی ایجی ٹیشن کو جو قوم کی بیچارگی کا اظہار ہوتا ہے۔ دبانے کے لئے زیادہ سے زیادہ تشدد کے قانون بنانا۔

نو آبادیات میں رہنے والے ہندوستانیوں کے ساتھ ذلت آمیز سلوک۔

پنجاب کی حکومت کی تعریف کے پل باندھ کر اور مسلمانوں کے جذبات کو پامال کر کے آپ نے ہمارے جذبات سے بالکل لاپروائی کا مظاہرہ کیا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ آپ اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ اگر ہم لڑ کر آپ کے ہاتھوں سے طاقت چھین سکتے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ آپ نے ہمیں کھلی اور دنیا لڑائی لڑنے کے بالکل ناقابل بنا دیا ہے۔ اس لئے میدانِ جنگ میں بہادری دکھانا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ لیکن روحانی بہادری کے لئے رستہ ہمارے سامنے بالکل کھلا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ پر صرف اسی کا اثر ہوگا۔ میں آپ کے دل میں یہی دلیری جگا کر اسے بروئے کار لانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ عدم تعاون کا مطلب یہی ہے۔ کہ اپنے آپ کو قربانی کرنے کی تربیت دی جائے ہم کیوں آپ کے ساتھ تعاون کریں۔ جب ہم جانتے ہیں۔ کہ اس ملک پر آپ کا راج ہونے کی وجہ سے ہم روز بروز زیادہ

ہی زیادہ غلام بنتے جا رہے ہیں۔ لوگوں نے میری اپیل پر جو لبیک کہا ہے۔ اس کی وجہ میری شخصیت نہیں ہے۔ جہاں تک محض شخصیت کا تعلق ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ مجھے بھی اور علی برادران کو بھی دھیان میں نہ لائیں۔ اگر میں بے وقوفی کر کے کوئی اینٹی اسلام تحریک شروع کر دوں تو میری شخصیت کے باوجود کوئی میرا ساتھ نہیں دیگا۔ اسی طرح اگر علی برادران پاگل پن میں آ کر کوئی اینٹی ہندو تحریک شروع کر دیں۔ تو باوجود اس بات کے کہ وہ مسلمانوں کے ہر دلعزیز لیڈر رہیں۔ ان کا یہ نعرہ عام مسلمانوں میں جوش پیدا نہیں کرے گا۔

ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہمیں سننے کے لئے آتے ہیں۔ کیونکہ ہم آج غلامی کے پنجے میں پھنسی ہوئی قوم کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ علی برادران بھی اسی طرح آپ کے دوست تھے۔ جیسے کہ میں تھا۔ اور اب بھی ہوں۔ میرا مذہب مجھے آپ کی طرف کوئی دشمنی رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مجھ میں طاقت بھی ہو۔ تو بھی میں اپنا ہاتھ آپ کے خلاف نہیں اُٹھاؤں گا۔ میں صرف تکالیف برداشت کر کے ہی آپ پر فتح حاصل کرنے کی امید رکھتا ہوں۔ علی برادران یقیناً اگر وہ کر سکیں۔ تو اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے تلوار اُٹھائیں گے۔ لیکن میں نے اور اُنہوں نے ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ ان کے جذبات کے اظہار اور ان کے دُکھوں کا علاج تلاش کرنے کے لئے مشترکہ محاذ بنالیا ہے۔

آپ سوچ رہے ہیں۔ کہ قومی جذبہ کے اس اُبھار کو دبانے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں۔ کہ اس کو دبانے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔ کہ اس کے اسباب کو دُور کیا جائے۔ آپ میں ابھی طاقت ہے۔ اور ہندوستان کے ساتھ جو بے انصافی کی گئی ہے۔ کوشش کریں تو اس کا ازالہ کر سکتے ہیں۔

آپ مسٹر لائیڈ جارج کو اپنا وعدہ پورا کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس نے بچاؤ کے لئے کئی رستے رکھے ہوئے ہیں۔ آپ وائسرائے کو کسی بہتر آدمی کے حق میں ریٹائر ہونے پر مجبور کر دیں۔ آپ سر مائیکل اوڈوائر اور جنرل ڈائر کے متعلق

اپنا نقطۂ نظر یہ بدل ڈالیں۔ آپ گورنمنٹ کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ لوگوں کے مسلّم اور منتخبہ نمائندوں کی کانفرنس کی جائے۔ جو ہر خیال کے لوگوں کی نمائندگی کریں۔ تاکہ ہندوستان کے لوگوں کی مرضی کے مطابق ہندوستان کو آزادی دینے کے طریقے وضع کئے جا سکیں۔

لیکن یہ کام آپ نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ آپ ہر ہندوستانی کو اپنا مساوی اور بھائی نہیں سمجھتے۔ میں کسی قسم کے لحاظ کی درخواست نہیں کرتا ہیں صرف ایک دوست کے طور پر پیچیدہ مسئلہ کے حل کی صورت بتا رہا ہوں۔ دوسرا حل یعنی تشدد کا رستہ اختیار کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ میں پیشین گوئی کرتا ہوں۔ کہ یہ دوسرا رستہ ناکام رہے گا۔ یہ عمل شروع ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ پانی پت کے دو بہادر اشخاص کو ان کے خیالات نیز ان خیالات کے کھلم کھلا اظہار کی بنا پر قید کر چکی ہے۔ ایک دوسرے شخص کے خلاف اسی قسم کے خیالات کے اظہار کی بنا پر ہی لاہور میں مقدمہ چل رہا ہے۔ اودھ میں اس طرح کے ایک شخص کو سزا ہو چکی ہے۔ اور دوسرا قیدی فیصلہ کی انتظار کر رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اس خیال سے کہ بالآخر تشدد ہو گا ہم پیش از وقت اپنا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں میں مودبانہ طور پر آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ آپ بہتر رستہ منتخب کریں اور ہندوستان کے لوگوں کے ساتھ مشترکہ کاز بنائیں۔ جن کا نمک آپ کھا رہے ہیں۔ ان کی امنگوں اور خواہشات کو کچلنے کی کوشش کرنا پبلک کے ساتھ غداری کرنا ہے۔

آپ کا وفادار دوست

ایم۔ کے۔ گاندھی

دُوسرا خط

تُم بھی غُلام ــــ ہم بھی غُلام

پیارے دوست! دُوسری دفعہ پھر میں آپ کو خطاب کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ میں سے بہت سے لوگ عدم تعاون کو بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ اگر آپ مجھے ایماندار سمجھ سکتے" ہیں۔ تو میری دو سرگرمیوں کو باقی باتوں سے علیحدہ کریں۔

اگر آپ کو میری ایمانداری پر شبہ ہے۔ تو میں اسے ثابت نہیں کر سکتا جب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ ہمیں انگریزوں کے قائم کردہ سسٹم سے نفرت کرتے ہوئے بھی انگریزوں سے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔ تو میرے بہت سے ہندوستانی دوست اسے محض دُنیاداری بتاتے ہیں۔ میں انہیں یہ دکھانے کی کوشش کر رہا ہُوں۔ کہ ایک بھائی سے نفرت کئے بغیر بھی اس کی بُرائی سے نفرت کی جا سکتی ہے یسوع نے بہت سے لوگوں کی بُرائیوں کی مذمت کی۔ لیکن اُن کے ساتھ نفرت نہیں کی۔ اُنہوں نے انسانوں کے ساتھ محبت اور ان کی بُرائیوں کے ساتھ نفرت کو یکجا کرنے کے اصُول کو صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ سب لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ دراصل یہ اصُول تمام پُرانی مذہبی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔

یہ میرا دعوٰے ہے۔ کہ میں انسانی فطرت کا کافی حد تک درست مطالعہ کر سکتا ہوں اور خود اپنے جذبات کا بھی اچھی طرح تجزیہ کر سکتا ہوں میں نے یہ معلُوم کیا ہے کہ انسان بطور انسان ان اصُولوں کی نسبت بہتر ہے۔ جن کا کہ وہ پرچار کرتا ہے۔ اسی لئے میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ بطور انسان آپ بھی اس سسٹم سے بہت بہتر ہیں۔ جو آپ نے مجموعی طور پر تیار کیا ہُوا ہے۔ ۱۰ اپریل کے روزِ سیاہ کو امرتسر میں میرا ہر ہموطن بحیثیت انسان اس ہجوم سے بدرجہا بہتر تھا۔ جس کا کہ وہ ایک رُکن تھا۔ بطور ایک انسان وہ کسی بھی معصوم

انگریز بنک منیجر کو کبھی قتل نہ کرتا۔ لیکن اس ہنگامہ خیزی میں بہت سے لوگ اپنے آپ کو بھلا بیٹھے۔ بالکل اسی طرح دفتر کے اندر اور دفتر کے باہر ایک ہی انگریز کی دو شخصیتیں ہیں۔ اور اسی کی مناسبت سے ہندوستان میں رہنے والے انگریز انگلینڈ میں رہنے والے انگریز سے مختلف ہیں۔ یہاں ہندوستان میں آپ ایک ایسے سسٹم کے رکن ہیں۔ جو بہت حقیر ہے۔ چنانچہ میرے لئے یہ ممکن ہے کہ آپ کو برا سمجھے اور ہر انگریز کی نیت پر شک کئے بغیر بھی میں سخت ترین الفاظ میں اس سسٹم کی مذمت کر سکوں۔ آپ بھی اسی طرح اس سسٹم کے غلام ہیں جس طرح کہ ہم۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ آپ بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھیں۔ اور میرے ساتھ ایسے ارادے منسوب نہ کریں۔ جو میری تحریر میں آپ کو نظر نہ آئیں۔ یہ میری نیت کا صحیح اظہار ہے۔ جب کہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ میں اس سسٹم کو ٹھیک کرنے یا ختم کرنے کے لئے بیتاب ہوں جس نے کہ ہندوستان کو آپ چند افراد کا غلام بنا دیا ہے۔ اور جس کے ماتحت انگریز قلعوں اور توپوں کے سایہ میں ہی جو ہر طرف نظر آتے ہیں۔ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ یہ ایک شرمناک نظارہ ہے۔ آپ کے اور ہمارے دونوں کے لئے۔ ہماری باہمی زندگی کی بنیاد بے اعتمادی اور خوف پر ہے آپ تسلیم کریں گے کہ یہ شرافت سے بعید ہے۔ جو سسٹم اس قسم کے حالات کا ذمہ دار ہے۔ وہ لازمی طور پر شیطانی سسٹم ہے۔ آپ کو اس قابل ہونا چاہئے۔ کہ ہمیشہ لوٹ کھسوٹ کرنے والے غیر ملکیوں کے طور پر ہی نہیں۔ بلکہ عوام کا ایک حصہ بن کر رہ سکیں۔ "ایک انگریز کی زندگی کے بدلے ایک ہزار ہندوستانیوں کی زندگی" کا اصول ایک دل شکن حقیقت ہے۔ اور یقین جانئے۔ کہ یہ اصول ۱۹۱۹ء میں آپ ہی کے ایک بزرگ ترین سردار نے وضع کیا تھا۔

کئی مرتبہ میری یہ زبردست خواہش ہوتی ہے۔ کہ آپ کو بھی دعوت دوں۔ کہ اس سسٹم کو جس نے ہم دونوں کو ذلیل کر رکھا ہے۔ تباہ کرنے میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ ابھی ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ ابھی ہم میں قربانی اور ضبط کا وہ مادہ پیدا نہیں ہوا۔ جو ایسا کرنے کی ترغیب دے سکے۔

"تاہم میں آپ سے یہ درخواست ضرور کروں گا۔ کہ بدیشی کپڑے کے بائیکاٹ اور شراب کے

خلاف مہم میں آپ میری امداد کریں۔

جیسا کہ انگریز تواریخ دان بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لنکا شائر کا کپڑا لینے کے لئے ہندوستان پر جبر کیا گیا تھا۔ ہندوستان کی اپنی شہرہ آفاق صنعتوں کو دانستہ اور باقاعدہ طور پر تباہ کیا گیا۔ اس لئے ہندوستان نہ صرف لنکا شائر کے ہی رحم پر ہے۔ بلکہ جاپان۔ فرانس امریکہ کا بھی دست نگر ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ کہ ہندوستان کے حق میں یہ چیز کیا اثر رکھتی ہے۔ ہم ہر سال ہندوستان سے قریباً ۶۰ کروڑ روپیہ کپڑے کے لئے باہر بھیجتے ہیں۔ جب کہ ہم اپنا کپڑا خود بنانے کے لئے کافی روئی بھی پیدا کرتے ہیں۔ بتائیے۔ کیا یہ پاگل پن نہیں ہے۔ کہ ہم اپنی روئی ہندوستان سے باہر بھیجیں اور وہاں پر کپڑا تیار کرائیں جو پھر ہندوستان کو بھیجا جائے۔ کیا ہندوستان کو اس بے بسی کی حالت میں پہنچا دینا ٹھیک تھا؟

ڈیڑھ سو سال پہلے ہم اپنا سارا کپڑا خود تیار کرتے تھے۔ ہماری عورتیں اپنے گھروں میں باریک کپڑا تیار کرتی تھیں۔ اور اس طرح اپنے خاوندوں کی آمدنی میں اضافہ کیا کرتی تھیں۔ دیہات کے جولاہے کپڑا بنتے تھے۔ یہ ہندوستان جیسے زرعی ملک میں قومی اقتصادی ڈھانچہ کا ایک لازمی جزو تھا۔ ہم اپنا فرصت کا وقت اس طرح سود مندانہ طریق پر استعمال کر لیا کرتے تھے۔ آج ہماری عورتیں اپنا یہ ہنر کھو چکی ہیں۔ اور لاکھوں کی جبری بیکاری نے ملک کو کنگال کر دیا ہے۔ بہت سے جولاہے خاکروب بن گئے ہیں۔ کئی کرایہ کے سپاہی بن گئے ہیں۔ ہنرمند جولاہوں کی آدھی نسل ختم ہو چکی ہے۔ اور باقی آدھے لوگ ہاتھ کا کتا ہوا باریک سوت نہ مل سکنے کی وجہ سے برآمد شدہ غیر ملکی سوت سے کپڑا بن رہے ہیں۔

اب آپ پر یہ واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ سودیشی کپڑا کے بائیکاٹ کی ہندوستان کے لئے کیا اہمیت ہے۔ یہ قدم سزا کے طور پر نہیں اٹھایا جا رہا۔ اگر حکومت خلافت کی شکایات کو دور کر دے اور پنجاب میں کئے گئے مظالم کی تلافی کر دے۔ اور ہندوستان کو فوراً سوراج دینا منظور کر لے۔ تو بھی بائیکاٹ کی تحریک جاری رہے گی۔ سوراج کا مطلب ہے۔ کم از کم

ہندوستانی صنعتوں کو قائم رکھنے کی طاقت۔ جو صنعتیں قوم کی اقتصادی زندگی کے لئے اشد ضروری ہیں۔ اس سے ان اشیاء کی درآمد میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جو قومی ہستی کے لئے خطرناک ہیں۔ زراعت اور چرخہ قومی جسم کے دو پھیپھڑے ہیں۔ اور ہر قیمت پر ان کو تپ دق سے بچانا چاہئے۔

یہ معاملہ ایسا نہیں کہ مزید انتظار کیا جا سکے۔ جب ساری قوم زراعت کے ساتھ ایزادی ضمنی پیشہ نہ ملنے کی وجہ سے بھوکوں مر رہی ہے۔ ایسے وقت غیر ملکی کارخانہ داروں اور مالی درآمد کرنے والے ہندوستانی تاجروں کے مفاد کو سامنے نہیں رکھا جا سکتا۔

اس کا مطلب آپ کو یہ نہیں لینا چاہئے کہ ہم ہر غیر ملکی چیز کا بائیکاٹ کر رہے ہیں۔ ہندوستان اپنے دروازے غیر ملکی تجارت کے لئے بالکل ہی بند نہیں کر دینا چاہتا۔ کپڑے کے علاوہ دوسری جو چیزیں ہندوستان سے باہر بہتر تیار ہو سکتی ہیں وہ ہم خوشی سے قبول کریں گے۔ بشرطیکہ شرائط دونوں کے لئے فائدہ مند ہوں۔ کوئی چیز ہم پر ٹھونسی نہیں جا سکتی۔ لیکن میں مستقبل کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں یقیناً امید رکھتا ہوں۔ کہ بہت جلدی ہندوستان کے لئے یہ ممکن ہوگا۔ کہ مساوی شرائط پر انگلینڈ کے ساتھ تعاون کرے۔ اس وقت تجارتی تعلقات پر نظر ثانی کی جا سکے گی۔ سردست میں غیر ملکی کپڑا کے بائیکاٹ کے کام میں آپ کی امداد کے لئے درخواست کرتا ہوں۔

شراب کے خلاف مہم بھی اسی طرح اور اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے۔ شراب کی دوکانیں بھی سوسائٹی کے لئے ناقابل برداشت لعنت ہیں۔ کبھی بھی لوگوں میں اتنی بیزاری نہیں تھی۔ جتنی اب ہے میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہندوستانی وزراء آپ کی نسبت زیادہ امداد کر سکتے ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ اس سوال پر اپنے جذبات کا وضاحت کے ساتھ اظہار کریں۔ کوئی بھی حکومت ہو۔ قوم شراب نوشی کی مکمل مخالفت پر ہر صورت میں اصرار کرے گی۔ آپ اپنا رسوخ قوم کے حق میں استعمال کر کے ایجی ٹیشن کی اس روز بروز زیادہ ہی زیادہ ابھرتی ہوئی لہر کو روک سکتے ہیں۔

آپکا وفادار دوست ۔ ایم ۔ کے گاندھی

بنگالی نوجوانوں کے نام

جب ۲۱-۱۹۲۰ء کی تحریک عدم تعاون پورے زور شور پر تھی - اس وقت ہندوستان کو اپنے نوجوانوں کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت تھی کانگرس لیڈروں اور علی برادران نے طلباء سے مشترکہ اپیل کی - کہ وہ سکولوں اور کالجوں سے نکل آئیں - اور ہزاروں کی تعداد میں والنیٹر کوروں میں شامل ہوں ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی طلباء بڑی بھاری تعداد میں تحریک عدم تعاون میں شریک ہوئے - مہاتما گاندھی نے جنوری ۱۹۲۱ء میں بنگال کے نوجوانوں کے نام مندرجہ ذیل اپیل کی :-

قربانی - عالی حوصلگی اور امید کا پیغام

پیارے نوجوان دوستو! میں نے پڑھا ہے - کہ آپ نے کس دلیری کے ساتھ ملک کی آواز پر لبیک کہا ہے - اس پر آپ کو اور بنگال کو فخر ہونا چاہیئے - مجھے اس سے کم کی امید نہیں تھی - بلکہ اب بھی مجھے اس سے کہیں زیادہ کی امید ہے - بنگال میں سمجھ سوجھ ہے - اور اس کا دل اس سے بھی بڑا ہے - ہمارے ملک کی روحانی وراثت کا بہت بڑا حصہ اس کے پاس ہے - آپ میں بلند پروازی کا مادہ - اعتقاد اور جوش بھی ہندوستان کے دوسرے حصوں سے بہت زیادہ ہے - آپ کئی دفعہ اپنے خلاف براتی کے تہمت کی تردید کر چکے ہیں - اس لئے کوئی وجہ نہیں بلکہ بنگال کیوں نہ اب بھی اسی طرح رہنمائی کرے جس طرح پہلے کرتا رہا ہے - آپ نے قدم اُٹھا لیا ہے - آپ پیچھے نہیں ہٹیں گے - سوچنے کے لئے آپ کے پاس بڑا وقت تھا - آپ نے ٹھہر کر اچھی طرح غور کیا - وہ آپ ہی کے صوبہ کی کانگرس ہے - جس نے ملک کو عدم تعاون کا پیغام دیا - یعنی اپنی پاکیزگی - قربانی - استقلال اور امید کا پیغام - ناگپور کانگرس نے اس اعلان کی تصدیق کی - وضاحت کی اور مزید تشریح کی - دوسری مرتبہ یہ پیغام جھگڑوں - شکوک اور پھوٹ کی مکدر فضا میں دیا گیا - پھر یہ پیغام مسرتوں - جوش

اور کامل اتحاد کی فضا میں دیا گیا۔ آپ کے اختیار میں تھا۔ کہ اس پیغام کو ٹھکرا دیتے۔ ہچکچاہٹ دکھلاتے یا اس پر لبیک کہتے۔ آپ نے بہتر رستہ منتخب کیا ہے۔ گو بنیادی نکتہ نگاہ سے یہ رستہ غیر محفوظ ہے۔ اب آپ اپنے آپ کو اور ساری تحریک کو نقصان پہنچائے بغیر پیچھے نہیں جا سکتے۔

اگر یہ برُے اثرات موجود نہ ہوتے۔ جو حکومت کے موجودہ سسٹم نے اور سب سے زیادہ مغربی تعلیم نے ہم سب پر ڈالے ہیں۔ تو بحث کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بہادر عرب آزاد بھی رہیں۔ اور ان لوگوں کے ماتحت تعلیم بھی حاصل کریں۔ جو انہیں غلام رکھ رہے ہیں۔ اگر کوئی شخص انہیں یہ مشورہ دینے کی جرات کرے۔ کہ وہ اپنے حملہ آوروں کے قائم کردہ سکولوں میں پڑھنے جائیں۔ تو وہ ان کا مذاق اڑائیں گے۔ کیا ہماری حالت ان سے مختلف ہے؟ اگر مختلف ہے۔ تو کیا ہم سے متعلق معاملہ زیادہ سنجیدہ نہیں ہے؟ جب کہ ہم سے یہ اپیل کی جاتی ہے۔ کہ اس حکومت کے ماتحت جسے خواہ یہ درست ہو یا غلط۔ اپنے سامنے جھکانا یا ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سکولوں کو ترک کر دیں۔

ہم سوراج حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک ملک میں ایک جماعت بھی اس کے لئے کام کرنے اور قربانی کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ گورنمنٹ لفاظی دلائل کے سامنے نہیں جھکے گی۔ وہ بہادرانہ اور سچے کاموں کی منطق کے سوا اور کوئی منطق نہیں جانتی۔

تلوار کی بہادری کو گورنمنٹ جانتی ہے۔ اور اس کے متعلق ہماری جانب سے وہ بےخوف ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ ہماری طرف سے تشدد کے استعمال کو خوش آمدید کہیں گے کیونکہ تشدد کا مقابلہ کرنے اور اسے کچلنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں۔ اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اپنے عدم تشدد کے ذریعے ان کی تشدد کرنے کی طاقت کو ناکارہ کر دیا جائے۔ جب تشدد کا جواب دوسری طرف سے نہیں ملتا۔ تو وہ مر جاتا ہے۔ عدم تشدد عدم تعاون کی تحریک کا بنیادی نکتہ ہے۔ اس لئے جو لوگ آپ کے ساتھ اتفاق رائے نہ رکھیں۔ ان کے ساتھ بھی آپ کو جلد بازی یا ضرورت سے زیادہ جوش سے کام نہیں لینا چاہئے۔ عدم رواداری تشدد کی ہی ایک قسم ہے۔ لہذا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔

غیر متشدد عدم تعاون جمہوریت کا ایک آدرش سبق ہے جس وقت ہم عدم تشدد پر کاربند ہو گئے۔ چاہے حالات انتہائی اشتعال انگیز ہی کیوں نہ ہوں۔ اس وقت ہی ہم اپنا مقصد حاصل کرلیں گے۔ کیونکہ یہی وہ وقت ہوگا جب ہم مکمل عدم تعاون پیش کر سکیں گے

عدم تعاون پہلے ان حساس جماعتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جن پر گورنمنٹ کا بالکل کامیاب اثر ہوا ہے۔ اور جو دانستہ یا نادانستہ طور پر سکول کے لڑکوں کی طرح حکومت کے جال میں پھنس گئے ہیں۔

جب ہم اس کے متعلق خیال کرتے ہیں۔ تو پتہ لگتا ہے۔ کہ ہر فرد کے حصہ میں آنے والی قربانی بہت تھوڑی ہے۔ کیوں کہ ساری قربانی کو بہت سے لوگوں میں تقسیم کرنا پڑیگا۔ مثال کے طور پر ایک یا دو سال کے لئے جب تک سوراج قائم نہیں ہوتا مطالعہ ملتوی ملتوی کر دینا کون سی بڑی قربانی ہے۔ اگر میں سارے طلبا کے اندر اعتماد پیدا کر سکوں تو مجھے یقین ہے کہ مطالعہ کا یہ التوا ایک سال سے زیادہ جاری نہیں رہے گا۔ اور ملتوی شدہ مطالعہ کی جگہ میں آپ پر زور دوں گا۔ کہ آپ جلد از جلد بلکہ ایک سال کے اندر اندر سوراج حاصل کرنے کے ذرائع پر غور کریں۔ میں آپ کو چرخہ پیش کرتا ہوں اور آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس پر ہی ہندوستان کی اقتصادی طاقت کا انحصار ہے۔

لیکن اگر آپ اسے رد کرنا چاہیں۔ تو آپ کو ایسا کرنے کی بھی آزادی ہے۔ اور آپ مسٹر داس کے مباعدل کالجوں میں بھی جا سکتے ہیں۔ گجرات کے نیشنل کالج کے طلبا نے روزانہ کم از کم چار گھنٹے چرخہ کاتنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک اچھا ہنر سیکھ لینا۔ اور ساتھ ہی ننگوں کے لئے کپڑا مہیا کر دینا کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔ گورنمنٹ کالجوں کو ترک کر کے آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ میں نے آپ کو اپنا وقت خرچ کرنے کا آسان ترین اور سب سے زیادہ منافع بخش طریقہ بتایا ہے۔ پرماتما آپ کو اپنے ارادوں پر قائم رہنے کی طاقت اور جرات عطا کرے۔

آپ کا بہی خواہ

ایم۔ کے۔ گاندھی

ڈیوک آف کناٹ کے نام

مہاتما گاندھی نے فروری ۱۹۲۱ء کے پہلے ہفتہ میں ڈیوک آف کناٹ کو مندرجہ ذیل خط لکھا:-

جبر و تشدد سے لڑنا ہمارا ایمان ہے

جناب من! آپ نے عدم تعاون - عدم تعاونیوں اور ان کے طریقوں کے متعلق - جو در اصل اس تحریک کے بانی یعنی میرے ہی طریقے ہیں۔ بہت کچھ سنا ہوگا - مجھے ڈر ہے کہ آپ کو جو اطلاعات دی گئی ہیں - وہ بڑی حد تک یکطرفہ ہی ہوں گی - اس لئے میرا فرض ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ میں عدم تعاون کا کیا مفہوم سمجھتا ہوں - جس پر کہ محقق میں ہی نہیں - بلکہ مولانا شوکت علی اور محمد علی میرے قریبی احباب بھی عمل پیرا ہیں -

جہاں تک میرا تعلق ہے - مجھے آپ کے دورہ کے بائیکاٹ میں سرگرم حصہ لینے میں کوئی خوشی نہیں - میں نے لگاتار اور مسلسل ۳۰ سال تک وفاداری کے ساتھ اور رضاکارانہ طور پر گورنمنٹ کی خدمت کی ہے - کامل طور پر یہ یقین رکھتے ہوئے - کہ میرے ملک کی آزادی کا یہی رستہ ہے - اس لئے میرے لئے اپنے ہموطنوں کو آپ کے دورہ کا بائیکاٹ کرنے کا مشورہ دینا کوئی چھوٹی بات نہیں تھی - ہم میں سے کوئی بھی شخص آپ کے انگریز ہونے کی وجہ سے آپ سے کوئی گریز نہیں کرتا۔ ہم آپ کی ذات کو اتنا ہی مقدس سمجھتے ہیں - جیسے کہ کوئی قریبی دوست ہو - میں اس کا دوست نہیں ہو سکتا - جو آپ کی زندگی کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار نہ ہو -

ہم عام انگریزوں کے ساتھ برسر جنگ نہیں ہیں۔ ہم انگریزوں کی زندگیوں کو تباہ نہیں کرنا چاہتے ہم اس سسٹم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں - جس نے ہمارے ملک کے جسم - دماغ اور روح کو غلامی میں جکڑ رکھا ہے - ہم پوری طاقت کے ساتھ انگریزوں کی فطرت کے اس جز کے خلاف جنگ کریں گے - جس نے پنجاب میں ڈائرازم اور اوڈوائرازم کو ممکن بنایا

ہے جس نے اسلام پر جسے ہمارے ملک کے ۷ کروڑ انسان مانتے ہیں۔ حملہ کیا ہے ہم اس بات کو اپنی خودداری کے خلاف سمجھتے ہیں۔ کہ حکومت اور برتری کے اس جذبہ کو برداشت کرتے رہیں۔ جس نے کئی اہم معاملوں پر ہندوستان کے ۳۰ کروڑ معصوم لوگوں کے جذبات کو ٹھکرا دیا ہے۔ ہمیں اس سے ذلت ہوتی ہے۔ آپ کو بھی اس بات پر فخر نہیں ہوگا۔ کہ ۳۰ کروڑ اشخاص دن رات ایک لاکھ انگریزوں سے ڈرتے ہوئے زندگی بسر کریں۔ اور ان کے غلام رہیں۔

آپ اس سسٹم کو ختم کرنے کے لئے نہیں آئے۔ لیکن اس کے وقار کو اونچا کر کے اسے قائم رکھنے کے لئے آئے ہیں۔ اپنی پہلی تقریر میں آپ نے لارڈ ولنگڈن کی تعریف کی۔ مجھے بھی ان کی واقفیت کا فخر حاصل ہے۔ میں انہیں ایک ایماندار اور شریف انسان سمجھتا ہوں۔ جو دانستہ طور پر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ لیکن بطور حکمران وہ یقیناً ناکام رہے ہیں۔ انہوں نے ان لوگوں کی رہنمائی قبول کی۔ جن کا مفاد اس بات میں تھا۔ کہ ان کی طاقت کی حمایت کی جائے۔ آپ دراوڑی صوبہ کے لوگوں کی زبان کو نہیں سمجھ سکے۔ یہاں بنگال میں آپ ایسے گورنر کو قابلیت کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں۔ جو شریف آدمی تو ہے۔ لیکن بنگال کے دل اور اس کی خواہشات کو بالکل نہیں سمجھتا۔ صرف کلکتہ۔ فورٹ ولیم اور سرکاری محلات ہی بنگال نہیں ہیں۔ برعکس اس کے وہ اس خوبصورت صوبہ کے متمدن اور بے آواز کسانوں کی لوٹ کھسوٹ کی نمائندگی کرتے ہیں۔

عدم تعاونیوں نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں ان اصلاحات سے دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے۔ جو ہندوستان کی غلامی اور ذلت کے مسئلہ کو حل نہیں کرتیں۔ نہ ہی غصہ بہتر ہے اور نہ ہی بے صبری۔ نہ ہی ہمیں غم و غصہ سے بے صبر ہو کر بے وقوفانہ تشدد کا رستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ہم کھلم کھلا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ موجودہ حالت کے لئے ہم پر کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہماری ساری ذمہ داری برٹش توپوں پر ہی نہیں۔ خود ہمارا رضا کارانہ تعاون بھی اس کا ذمہ دار ہے۔

اس لئے آپ کے صدقدلانہ استقبال کے ساتھ ہمارا عدم تعاون آپ کے خلاف مظاہرہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سسٹم کے خلاف مظاہرہ ہے۔ جسے برقرار رکھنے کے لئے آپ یہاں آئے ہوئے ہیں

جانتا ہوں۔ کہ منفرد انگریز چاہیں تو بھی لیکن انگریزوں کی فطرت کو نہیں بدل سکتے۔ اگر ہم انگریزوں کے برابر ہونا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں ڈر ترک کر دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے آپ پر بھروسہ ہونا اور سکولوں عدالتوں اور اس حکومت کی جسے ہم ٹھیک کرنے اور ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں ختم کرنے کی سوچتے ہیں۔ سرپرستی کے بغیر زندہ رہنا سیکھنا چاہئے۔

لہٰذا یہ غیر متشدد عدم تعاون ظہور میں آیا۔ میں جانتا ہوں کہ ہم سب ابھی قول وفعل میں عدم تشدد پر حامل نہیں ہوئے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس وقت تک جو نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ وہ حیرت انگیز ہیں۔ لوگوں نے عدم تشدد کے راز اور اہمیت کو سمجھ لیا ہے جیسا کہ انہوں نے پہلے کبھی نہیں سمجھا تھا جس میں اہلیت ہو وہ جان سکتا ہے۔ یہ ایک نیکی آتم شدھی کی تحریک ہے ہم شراب نوشی کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ ہم ہندوستان سے چھوت چھات کی لعنت کو دُور کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ ہم غیر ملکی گردفر کو چھوڑ کر چرخہ کی طرف واپس جا کر زندگی کی قدیم اور شاعرانہ سادگی کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس طرح ہم موجودہ نقصان دہ اداروں کے اثر کو ناکارہ بنا دیں گے۔

میں بہ حیثیت ایک انگریز آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ ایمپائر اور دُنیا کے لئے اس تحریک کے امکانی فوائد کا مطالعہ کریں۔ ہم دنیا کی کسی اچھی چیز کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ہیں۔ اسلام کی حفاظت کرنے کے موجودہ طریقہ سے ہم تمام مذاہب کی حفاظت کر رہے ہیں ہندوستان کی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے ہم بنی نوع انسان کی عزت کی حفاظت کر رہے ہیں کیونکہ ہمارے ذرائع سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ ہم کو اصولی اور عملی ہر دو طرح مساوی دوستی کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اور ہمیں اس وقت تک عدم تعاون یعنی آتم شدھی کا طریقہ اختیار کرتے رہنا چاہئے۔ جب تک کہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا۔ میں آپ سے اور آپ کی معرفت ہر انگریز سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ عدم تعاون کے نکتہ نگاہ کی خوبیوں کو سمجھے۔

میں ہوں آپ کا وفادار خادم

ایم۔ کے گاندھی

لارڈ ریڈنگ کو الٹی میٹم

شروع ۱۹۲۲ء میں ملک کے طول وعرض میں جوش پھیلا ہوا تھا۔ اور حالات نہایت نازک صورت اختیار کئے ہوئے تھے۔ مہاتما گاندھی نے لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کو مندرجہ ذیل خط لکھا یہ ایک لحاظ سے وائسرائے کے نام الٹی میٹم تھا۔ جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ خط ملنے کے بعد سات دن کے اندر اندر شہری زندگی کے ابتدائی حقوق لوگوں کو واپس کر دیں اور اخبارات کو تمام پابندیوں سے آزاد کر دیں۔ ورنہ بہت بڑے پیمانہ پر عوامی سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی جائے گی۔ لیکن مہاتما جی کے اس مشورہ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور وائسرائے نے جوابی رواداری اور دوستی کا رستہ اختیار کرنے کی بجائے اور بھی زیادہ سخت تشدد کا دور شروع کر دیا۔

سات دن کے اندر اعلان کیجئے ورنہ ......

مہاتما جی کا خط - جناب من! بردولی بمبئی پریزیڈنسی کے ضلع سورت میں ایک چھوٹی سی تحصیل ہے۔ جس کی کل آبادی ۸۷۰۰۰ ہے۔ پچھلے ماہ کی ۲۹ تاریخ کو شری وٹھل بھائی پٹیل کی زیر صدارت اس تحصیل نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ عوامی سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی جائے۔ کیونکہ وہ گذشتہ نومبر میں دہلی میں منعقدہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس کے ریزولیوشن میں مذکور تمام شرائط کو پورا کر کے اپنے آپ کو عوامی سول نافرمانی کا قدم اٹھانے کے قابل بنا چکی ہے۔ لیکن چونکہ میں ہی بردولی کے اس فیصلہ کے لئے خاص طور پر ذمہ دار ہوں۔ اس لئے میں آپ کی طرف اور عام پبلک کی طرف اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ان حالات کی وضاحت کر دوں۔ جن کے ماتحت یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے متذکرہ ریزولیوشن کے ماتحت ارادہ یہ تھا۔ کہ باردولی کو عوامی سول نافرمانی کے لئے پہلا مورچہ بنایا جائے۔ تاکہ حکومت کے خلاف جو خلافت پنجاب اور سوراج کے مسئلوں پر ہندوستان کے مصمم ارادوں سے لگاتار غفلت برت رہی ہے۔ قومی بغاوت

کی ابتدا کی جا سکے۔

اس کے بعد ۱۷ نومبر کو بمبئی میں افسوسناک فسادات ہو گئے۔ جن کی وجہ سے بار دولی میں مجوزہ قدم اُٹھانے کا خیال ملتوی کر دیا گیا۔

اس دوران میں گورنمنٹ ہند کی رضامندی کے ساتھ بنگال۔ آسام۔ یو۔پی۔ پنجاب۔ دہلی۔ بہار۔ اڑیسہ وغیرہ میں نہایت سخت قسم کا تشدد جاری ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ ان صوبوں میں حکومت کے اقدامات کے لئے لفظ "سختی" استعمال کرنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ میری رائے میں جب خاص حالات میں ضروری اقدامات سے زیادہ سخت اقدامات کئے جاتے ہیں۔ تو اسے "سختی" ہی کہا جا سکتا ہے۔ جائداد کا لوٹا جانا۔ بے گناہ لوگوں پر حملے۔ جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک۔ بلکہ کوڑے تک لگائے جانا۔ ان ساری باتوں کو کسی بھی حالت میں ضروری یا قانونی اور مہذب نہیں کہا جا سکتا۔ اس سرکاری غیر قانونی پن کو "بے قانون تشدد" کے سوا کسی دوسرے لفظ سے موسوم نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہڑتالوں وغیرہ اور پکٹنگ کے سلسلے میں عدم تعاونیوں کی طرف سے اور ان کے ہمدردوں کی طرف سے کچھ حد تک دھمکی آمیز رویہ اختیار کیا گیا ہوگا۔ لیکن صرف اس بنا پر ہی پر امن پکٹنگ اور پر امن جلسوں وغیرہ کے خلاف غیر معمولی قانون کا الٹا سہارا لے کر مجموعی تشدد کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جو قانون تشدد کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں پاس کیا گیا تھا۔ نہ ہی بے گناہ لوگوں کے خلاف عام قانون کے غیر قانونی استعمال کے ماتحت کئے گئے ایکشن کو "سختی" کے علاوہ کسی اور لفظ سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایسے قانون کے ماتحت جسے منسوخ کرنے کا وعدہ کیا جا چکا ہے۔ اخبارات کی آزادی میں حکومتی مداخلت کو بھی "سختی" کے علاوہ کسی اور لفظ سے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ملک کو فوری ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ تقریر۔ تحریر اور تنظیم کی آزادی کو موجودہ تعطل سے باہر نکالا جائے۔

آج گورنمنٹ ہند صلح کرنے کا جذبہ نہیں رکھتی۔ اور ملک بھی تشدد کی طاقتوں پر پوری طرح کنٹرول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس حالت میں عدم تعاونی مالویہ کانفرنس میں شمولیت

کے لئے تیار نہیں تھے۔ جو کہ اسی لئے بلائی گئی تھی۔ تاکہ آپ کو گول میز کانفرنس بلانے کی ترغیب دی جا سکے۔ لیکن میری خواہش تھی۔ کہ جن مصائب کو روکا جا سکتا ہے۔ ان کو روکا جائے۔ اسی لئے میں نے کانگرس ورکنگ کمیٹی کو یہ مشورہ دیا۔ کہ وہ اس کانفرنس کی سفارشات کو قبول کریں۔

گو میری رائے میں اس کانفرنس کی سفارشات آپ کی اس مرضی کے مطابق تھیں جو کہ آپ نے اپنی کلکتہ والی تقریر میں اور دیگر ذرائع سے ظاہر کی تھی۔ لیکن پھر بھی آپ نے اس کانفرنس کی سفارشات کو رد کر دیا۔

ان حالات میں ملک کے سامنے اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں۔ کہ اپنے مطالبات پورا کرانے کے لئے جن میں تحریر۔ تقریر اور تنظیم کی آزادی کا مطالبہ بھی شامل ہے کوئی اہنسا تمک طریقہ اختیار کرے۔ میری ناقص رائے میں حالیہ واقعات اس مہذب پالیسی سے بالکل مختلف ہیں۔ جو کہ آپ نے اس وقت واضح کی تھی۔ جس وقت کہ علی برادران نے نہایت فراخدلی اور مردانگی کا اظہار کر کے غیر مشروط طور پر معافی مانگی تھی۔ اس وقت آپ نے اعلان کیا تھا۔ کہ گورنمنٹ ہند اس وقت تک عدم تعاون کی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرے گی۔ جب تک وہ قولاً اور فعلاً عدم تشدد پر کاربند رہیں گے۔ اگر حکومت کی پالیسی غیر جانبدار کی پالیسی ہوتی۔ اور رائے عامہ کو پختہ ہونے اور پورا اثر کرنے کا آزادانہ موقع ملتا۔ تو یہ ممکن ہو جاتا۔ کہ جارحانہ نوعیت کی سول نافرمانی کو اس وقت تک کیلئے ملتوی کرنے کا مشورہ دے دیا جاتا۔ جب تک کانگرس ملک کی تشدد کی طاقتوں پر کامل کنٹرول حاصل نہ کر لیتی۔ اور اپنے لاکھوں پیروؤں پر کڑا ڈسپلن قائم کر لیتی لیکن بے قانون تشدد نے (جس کی اس بدنصیب ملک کی تواریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی) فوراً ہی عوامی سول نافرمانی کا رستہ اختیار کرنا اشد ضروری بنا دیا ہے۔

لیکن پیشتر اس کے کہ بارڈولی کے لوگ حقیقتاً سول نافرمانی شروع کریں میں نہایت مودبانہ طور سے آپ پر زور دوں گا۔ کہ گورنمنٹ ہند کے لیڈر کی حیثیت میں آپ ایک دفعہ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ اور ان تمام عدم تعاونی قیدیوں کو رہا کر دیں جن کو غیر متشدد سرگرمیوں

کی بنا پر سزا ملی ہوئی ہے۔ یا جو ابھی زیر سماعت ہیں۔ اور صاف طور پر اس پالیسی کا اعلان کر دیں کہ ملک میں ہونے والی تمام غیر متشدد سرگرمیوں میں کوئی مداخلت نہیں کی جائیگی۔ چاہے یہ سرگرمیاں خلافت کی شکایت کو دُور کرانے کے لئے ہوں چاہے پنجاب کے مظالم کا ازالہ کرانے کے لئے۔ چاہے سوراج حاصل کرنے کے لئے۔ اور چاہے کسی اور مقصد کے لئے۔ چاہے یہ سرگرمیاں تعزیرات ہند۔ ضابطہ فوجداری اور اگر متشددانہ قانونوں کے تحت آتی ہوں۔ بشرطیکہ یہ سرگرمیاں غیر متشدد ہوں۔ مزید میں آپ پر اس بات کے لئے زور دوں گا کہ اخبارات کو تمام حکومتی کنٹرول سے آزاد کر دیں۔ اور حال ہی میں جو ضبطیاں کی گئی ہیں۔ یا جرمانے کئے گئے ہیں۔ ان کو منسوخ کر دیا جائے۔ اس طرح آپ پر زور دیتے وقت میں آپ پر صرف وہی بات کرنے کے لئے زور دے رہا ہوں۔ جو بات ہر اس ملک میں کی جا رہی ہے، جہاں کی حکومت کو مہذب سمجھا جاتا ہے۔ اگر آپ اس مینی فیسٹو کی اشاعت کے بعد ۷ دن کے اندر اندر اس قسم کا اعلان کر دیں۔ تو میں کانگریس ورکنگ کمیٹی کو یہ مشورہ دینے کے لئے تیار ہوں گا۔ کہ جارحانہ نوعیت کی سول نافرمانی کو اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے جب تک جیلوں سے رہا ہونے والے کارکن رہائی کے بعد تمام صورتِ حالات پر غور کر کے از سر نو اپنی پوزیشن کو سمجھ نہیں لیتے۔ اگر گورنمنٹ مطلوبہ اعلان کر دے۔ تو میں اس کا مطلب یہ لوں گا۔ کہ وہ ایمانداری کے ساتھ رائے عامہ کو عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس صورت میں میں بلا ہچکچاہٹ ملک کو یہ مشورہ دوں گا۔ کہ وہ دونو فریقین کی متشددانہ پابندیوں سے آزاد رائے عامہ کو مزید پختہ کرنے کے لئے تیاری کرے۔ اور یہ بھروسہ رکھے۔ کہ صرف رائے عامہ کی پختگی ہی اس کی مقررہ مانگوں کو پورا کرا دے گی۔ اس حالت میں جارحانہ سول نافرمانی اس وقت ہی شروع کی جائے گی۔ جب گورنمنٹ اپنی اس قطعی غیر جانبداری کی پالیسی کو ترک کر دے گی۔ یا ہندوستان کے لوگوں کی وسیع اکثریت کی صاف ظاہر کردہ رائے کے سامنے جھکنے سے انکار کر دے گی۔

لارڈ اِروِن کے نام

(جس طرح ۱۹۲۲ء کی سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے سے پہلے مہاتما گاندھی نے اس وقت کے وائسرائے لارڈ ریڈنگ کے نام آنے والی تباہی کی قبل از وقت تنبیہ کے طور پر ایک اپیل شائع کی۔ جسے بعض اوقات الٹی میٹم کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے ۱۹۳۰ء میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے سے پیشتر گاندھی جی نے اس وقت کے وائسرائے لارڈ اِروِن کے نام دو خط بھیجے۔ جن میں وائسرائے سے اپیل کی۔ کہ وہ ہندوستان کے مطالبہ آزادی کی حمایت کر کے ملک سے تشکر و تحسین حاصل کریں۔ اور ملک کو آنے والے بدامنی کے دَور سے بچائیں۔ پہلا خط گاندھی جی نے سول نافرمانی شروع کرنے سے کچھ روز پہلے لکھا۔ اور دوسرا گرفتاری سے کچھ عرصہ قبل۔)

پہلا خط

برطانوی راج ہندوستان پر قہر بن کر رہ گیا ہے

عزیز دوست! سول نافرمانی شروع کرنے اور اس بھاری ذمہ داری کے سر پر لینے سے پہلے جس سے میں آج تک احتراز کرتا رہا ہوں۔ میں آپ کی مدد اور مشورے سے موجودہ سیاسی تعطل کا حل ڈھونڈ نکالنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے ذاتی خیالات سے بخوبی واقف ہیں۔ میں جان بوجھ کر کسی بھی جاندار کو ایذا پہنچانا نہیں چاہتا۔ اور پھر انسانوں کو ایذا رسانی سے تو میں حتی الوسع احتراز کی کوشش کرتا ہوں۔ خواہ وہ میری ذات اور میرے لواحقین کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچائیں۔ لہٰذا میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگرچہ میں برطانوی راج کو ہندوستان کے لئے ایک لعنت خیال کرتا ہوں۔ مگر میں ہندوستان میں رہنے والے ایک بھی برطانوی باشندے کی ذات

یا اس کی جائز ملکیت کی اشیاء کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔

آپ مجھے صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگرچہ میں برطانوی حکومت کو ہندوستان کے لئے ایک لعنت خیال کرتا ہوں۔ لیکن میں انگریزوں کو روئے زمین پر بسنے والی دیگر اقوام سے کسی طرح بدتر نہیں سمجھتا۔ مجھے اس بات کا فخر حاصل ہے کہ بہت سے انگریز میرے عزیز ترین دوست ہیں۔ بلکہ یہ بیباک اور صاف گو انگریز مصنفوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا ہی اثر ہے کہ میں ہندوستان میں برطانوی راج کے تاریک پہلو کو پہچان سکتا ہوں۔ ان انگریز مصنفوں نے ہندوستان پر برطانوی قبضے کی کڑوی سچائی کو بے نقاب کرنے سے شمہ بھر دریغ نہیں کیا۔

اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ میں ہندوستان میں برطانوی راج کو ایک لعنت کیوں سمجھتا ہوں؟ برطانوی حکومت نے سالہا سال کی ذاتی مفاد پر مبنی پالیسی سے ملک کے کروڑہا بے زبان باشندوں کو بے کسی و ناداری کی حالت تک پہنچا دیا ہے۔ نیز اس حکومت نے فوجی و سول نظم و نسق پر بے دریغ لاانتہا روپیہ خرچ کر کے ملک کی اقتصادی حالت کو سخت دھکا پہنچایا ہے۔ ہندوستان جیسا غریب ملک اس قسم کے اخراجات کی تاب نہیں رکھتا۔

سیاسی طور پر برطانوی حکمرانوں نے ہندوستانیوں کو قعر غلامی میں دھکیل دیا ہے انہوں نے ہماری تہذیب کی بنیادیں ہلا دی ہیں اور ہمیں نہتے اور کمزور بنا کر ہمارے آتم بل کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ ہماری اندرونی طاقت مفقود ہو گئی ہے۔ اور ہم سخت بزدلی و بیچارگی کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔

ملک کے دیگر لوگوں کی طرح مجھے بھی یہ امید تھی۔ کہ ولایت میں منعقد ہونیوالی گول میز کانفرنس شاید ہندوستان کے سیاسی تعطل کا کوئی حل پیش کر سکے۔ لیکن جب آپ نے صاف طور پر یہ کہہ دیا۔ کہ آپ یا برطانوی حکومت ہندوستانیوں کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتے کہ ہندوستان کو درجہ نوآبادیات دے دیا جائیگا۔ تو گول میز کانفرنس کا منعقد کیا جانا بالکل بے فائدہ تھا۔ چونکہ یہ ہندوستان کو موجودہ تعطل کا حل نہیں

دے سکتی تھی۔ جس کے لئے تعلیم یافتہ طبقہ ارادی و عوام غیر ارادی طور پر بے قرار ہیں یہ کہنا غیر ضروری ہے۔ کہ پارلیمنٹ کی رائے کے قبل از وقت اعلان کئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ برطانوی حکومت کے نظم و نسق میں کئی بار ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ انتظامیہ کونسل نے پارلیمنٹ کی رائے کو قبل از وقت بھانپ کر کسی خصوص پالیسی کا اعلان کر دیا۔

دہلی کی ملاقات کی ناکامی کے بعد میرے اور پنڈت موتی لال جی کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ ہم کانگرس کی ۱۹۲۸ء کے کلکتہ کے اجلاس میں پاس شدہ قرارداد پر عمل پیرا ہوں۔

اگر آپ کے اعلان میں دیا گیا لفظ "درجہ نو آبادیات" اس کے منظور شدہ معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ تو آپ کو مکمل آزادی کی قرارداد سے گھبراہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ کیا ذمہ دار برطانوی مدبروں نے اس بات کا اعتراف نہیں کیا ہے۔ کہ درجہ نو آبادیات مکمل آزادی کے برابر ہے۔ لیکن میرا اندیشہ یہ ہے کہ برطانوی گورنمنٹ مستقبل قریب میں ہندوستان کو درجہ نو آبادیات دینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔

لیکن یہ عہد ماضی کے قصے ہیں۔ اعلان کے بعد کئی ایک ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ جو ہندوستان میں برطانوی پالیسی کو واضح طور پر عیاں کرتے ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں معلوم ہوتی ہے۔ کہ برطانوی سیاستدان ہندوستان میں روا برطانوی پالیسی میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں لانا چاہتے۔ جس سے ہندوستان میں برطانوی تجارتی مفاد پر ضرب لگے۔ یا جس سے برطانیہ کے ہندوستان سے تجارتی تعلقات کی بے لاگ تحقیق و چھان بین مقصود ہو۔ اگر ہندوستان میں برطانوی لوٹ کھسوٹ کو بند نہ کیا گیا۔ تو ہندوستان بسرعت تمام کنگال ہوتا چلا جائیگا۔ ایک شلنگ چھ پنس کی شرح تبادلہ جو فائننس ممبر کے خیال کے مطابق عین واجب ہے۔ ہندوستان کو کئی کروڑ کے خسارے کا کارن ہے۔ اور جب سنجیدگی سے پرامن طور پر دیگر بے انصافیوں کے علاوہ اس بے انصافی کے خلاف بھی اقدام اٹھائے جاتے ہیں۔ تو آپ بھی ہندوستان کی سرمایہ دارانہ

جماعتوں کے ساتھ مل کر اس تحریک کو دبانے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں - اور یہ سب کچھ آپ ایک ایسے نظام کے نام پر کرتے ہیں جس نے ہندوستان کو قلاش بنا دیا ہے -

وہ لوگ جو قوم کے نام پر کام کر رہے ہیں - انہیں فہم و فراست سے کام لے کر اس نصب العین کو سامنے رکھنا چاہیئے - جو موجودہ آزادی کی تحریک کی بنیاد ہے - اگر ایسا نہیں ہوگا - تو ہو سکتا ہے - کہ وہ آزادی جس کے لئے آج ہم اتنے خواہاں ہیں ہمیں ایک ایسی شکل میں ملے - جو ہندوستان کے لاکھوں بے زبان مزدوروں کے لئے (جن کے لئے یہ مانگی جا رہی ہے - اور جنہیں اس کی حقیقی معنوں میں ضرورت ہے) بے مطلب ہو - اسی نقطۂ نظر سے میں آج کل جابجا پبلک کے سامنے خود مختاری کے معنی واضح کرتا ہوں -

میں چند ایک باتوں کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں - مالیہ و آبیانہ زمین جو کاشتکاروں پر ایک بوجھ بن کر رہ گیا ہے - اگرچہ یہ گورنمنٹ کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے تاہم اسے کم کیا جانا ضروری ہے - زمینوں سے متعلقہ دیوانی بندوبست سے بڑے بڑے زمینداروں کے علاوہ اور کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا - کسان اسی طرح بے کس بے بسی کی حالت میں ہیں - انہیں جب چاہے زمیندار نکال سکتا ہے - لہذا نہ صرف لگان زمین میں کمی کیا جانا ضروری ہے - بلکہ لگان دہی کے سسٹم کو کچھ اس طریق پر تبدیل کیا جائے - کہ کسانوں کی بہتری ملحوظ خاطر رہے - لیکن اس کے برعکس موجودہ برطانوی سسٹم بجائے انہیں فائدہ پہنچانے کے ان کی جان کا دشمن ہے - کسان کا نمک تک بھی بھاری ٹیکس کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے - یہ سب اس لئے کہ نمک کا ٹیکس بے لاگ طور پر سب پر یکساں عائد ہوتا ہے - لیکن یہ نمک کا ٹیکس غریبوں پر زیادہ بوجھ اس لئے ہے کہ غریب لوگ جماعتی و انفرادی طور پر امیروں سے زیادہ نمک کھاتے ہیں - شراب اور نشہ آور دوائیوں کا ٹیکس بھی غریبوں کی جیب سے زیادہ آتا ہے - یہ ان کی صحت اور اخلاق کی بنیادیں کھوکھلی کرتا ہے - ظاہری طور پر اسے شخصی آزادی کی آڑ میں برقرار رکھا جاتا ہے - لیکن دراصل بناتِ خود اس ٹیکس کی بقا منظور رہے - ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے خالقوں کی ستم ظریفی دیکھئے - کہ انہوں نے ان ٹیکسوں کو ذمہ دارانہ زیروں

کے زیر تحت منتقل کر دیا۔ تاکہ لشہ آور چیزوں کی بندش کی ذمہ داری اُن پر ہو۔ اور شروع سے ہی ناکامی کے بیج بو دیئے جائیں۔ اگر بدقسمت وزیران ٹیکسوں کو ہٹاتا ہے۔ تو پھر تعلیم کے لئے خرچ کہاں سے آئیگا۔ چونکہ اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ آمدنی ہے ہی نہیں۔ اوپر سے ٹیکسوں کے بوجھ لے غریب ہندوستانیوں کو دبایا ہے۔ اور پیچھے سے مرکزی معاونی صنعتوں مثلاً ہاتھ سے کپڑا بننے کی صنعت ایسی ایسی دستکاریوں کی تباہی لے ان کی دولت پیدا کرنے کی طاقت کو ضائع کر دیا ہے۔

ہندوستان کی تباہی کی داستان ابھی ختم نہیں ہوئی۔ ابھی ہندوستان کے نام پر لئے گئے قرضہ جات کا بیان ضروری ہے۔ پبلک طور پر ان کے متعلق کافی کچھ کہا جا چکا ہے۔ آزاد ہندوستان ان قرضہ جات کی بے لاگ تحقیقات کریگا۔ اور جو قرضہ جات نامناسب ہیں۔ ان کی ادائیگی سے انکار کر دیگا۔

جن بے ترتیبیوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ہندوستانیوں کے سر پر اس لئے روا رکھی گئی ہیں۔ تاکہ بدیشی حکومت کو جو دنیا کی تمام حکومتوں سے زیادہ فضول خرچ ہے۔ چلایا جائے۔ آپ اپنی تنخواہ کو ہی لیجیئے۔ چند ایک الاؤنسوں کے علاوہ یہ تقریباً اکیس ہزار ۲۱۰۰۰ روپے ماہوار کے قریب ہے۔ برطانوی وزیر اعظم کو ۵۰۰۰ پونڈ سالانہ ملتے ہیں۔ جو موجودہ شرح تبادلہ کے حساب سے تقریباً ۵۴۰۰ روپے ماہوار کے قریب ہوتے۔ آپ روزانہ ۷۰۰ روپے کے قریب لے رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں اوسط آمدنی فی کس ۲ آنے روزانہ ہے۔ برطانوی وزیر اعظم ۱۸۰ روپے روزانہ لیتا ہے۔ جب کہ وہاں اوسط آمدنی ۲ روپے فی کس روزانہ ہے اس طرح پر گویا آپ ہندوستان کی اوسط آمدنی فی کس روزانہ سے ۵۰۰۰ گنا زیادہ تنخواہ لے رہے ہیں۔ جبکہ برطانوی وزیر اعظم محض ولایت کی فی کس روزانہ آمدنی سے ۹۰ گنا زیادہ تنخواہ لیتا ہے۔ میں آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر آپ سے التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ اس صورت حال پر غور کیجیئے۔ میں نے ایک دلخراش امر واقعہ کو بیان کرنے کے لئے ایک ذاتی مثال دی ہے۔ ذاتی طور پر مجھے آپ کے جذبات کا بڑا

احترام ہے۔ اور میں آپ کے احساسات کو ہرگز کوئی ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ جو تنخواہ آپ لے رہے ہیں۔ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غالباً آپ کی تمام تنخواہ خیرات کے طور پر چلی جاتی ہے۔ لیکن ایک ایسا انتظام جو اس قسم کی باتوں کی اجازت دیتا ہے۔ بدلا جانا چاہیئے۔ جو دلیل وائسرائے کی تنخواہ کے بارے میں لاگو ہوتی ہے۔ وہی دلیل حکومت کے تمام انتظام پر عائد ہوتی ہے۔

لگان میں تخفیف کے علاوہ حکومت کے اخراجات میں کمی کیا جانا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ سمجھئے کہ نظم و نسق کے تمام سسٹم کو ہی بدل دیا جائے۔ یہ تبدیلی آزادی حاصل کئے بغیر ممکن نہیں۔ ۲۶ جنوری کے روز جو مظاہرہ ہوا۔ اس میں جن لاکھوں دیہاتیوں نے حصہ لیا۔ اُن سب کے لئے آزادی کے حصول کے معنے ہیں بیرونی حکومت کے جان نکال دینے والے بوجھ سے چھٹکارہ۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ولایت کی سیاسی پارٹیوں میں سے کوئی ایک بھی ہندوستان کی سونے کی چڑیا کو ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتی۔ وہ ہندوستان جہاں اہل برطانیہ نے درونِ ملک کی مزاحمت کے باوجود آہستہ آہستہ اپنے پاؤں جمائے ہیں۔

لیکن اگر ہندوستان کو بطور ایک قوم کے زندہ رہنا ہے۔ اگر ہندوستان کے عوام کو آہستہ آہستہ بھوک سے مر جانے کے خطرہ سے بچانا ہے۔ تو فوری ریلیف کا کوئی ذریعہ نکالنا ہوگا۔ مجوزہ کانفرنس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوگا۔

یہ ایک مشترکہ خطرے کی بات ہے کہ اگرچہ تشدد پر مائل پارٹیاں باقاعدہ طور پر منظم نہیں ہیں۔ لیکن ملک میں آہستہ آہستہ طبقات تشدد پر مائل ہو رہے ہیں۔ نصب العین ان کا بھی وہی ہے جو میرا۔ لیکن میرا یقین ہے کہ تشدد سے ہندوستان کے لاکھوں بے زبان انسانوں کی حالت سدھرنے کا سامان پیدا نہیں ہوگا۔ میرا یہ یقین دن بدن تقویت پکڑ رہا ہے۔ کہ خالص عدم تشدد کے بغیر اور کسی ذریعہ سے بھی برطانوی گورنمنٹ کی منظم طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ عدم تشدد کوئی کارآمد پالیسی نہیں ہے۔ اگرچہ میرا تجربہ محدود ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عدم تشدد نہایت کارآمد

طرزِ عمل ہے۔ اور میں عدم تشدد سے ہی برطانوی حکومت کی منظم طاقت اور ملک کے غیر منظم متشدد عناصر کا مقابلہ کروں گا۔ موجودہ حالات میں چپ بیٹھے رہنا متذکرہ بالا عناصر کو بڑھنے دینا ہے۔ عدم تشدد میں یقین رکھتے ہوئے میرے لئے یہ گناہ ہوگا۔ اگر میں اس وقت خاموش بیٹھا رہوں۔ یہ عدم تشدد تحریک عدم تعاون کی صورت میں جو فی الحال محض ستیہ گرہ آشرم کے ممبران تک ہی محدود رہے گی۔ ظاہر ہوگا لیکن آہستہ آہستہ دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہوسکیں گے۔

میں یہ جانتا ہوں۔ کہ تحریک عدم تعاون شروع کرتے ہوئے میں ایک بہت بڑا خطرہ اور ذمہ داری سر پر لے رہا ہوں۔ لیکن سچائی کی فتوحات بغیر خطرہ کے کبھی جیتی نہیں جاسکتیں۔ میں ایک ایسی قوم کی تبلیغ کے لئے نکلا ہوں۔ جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے سے زیادہ بڑی اور پرانی اور اپنے مقابلہ کی مہذب قوم کا خون چوستی رہی ہے۔ اس اہم مقصد کے لئے کوئی بھی خطرہ بہت بڑا نہیں۔

میں نے تبلیغ کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ چونکہ میں اہلِ برطانیہ کو عدم تشدد کے ذریعے بدلنا چاہتا ہوں۔ اور انہیں دکھا دینا چاہتا ہوں۔ کہ انہوں نے ہندوستان سے کیا کیا بے انصافیاں کی ہیں۔ میں آپ کی قوم کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ میں ان کی بھی اپنی قوم کی طرح خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ جس نے ان کی بیشتہ خدمت کی ہے۔ میں نے ۱۹۱۹ء میں انہیں اپنی خدمات دیں۔ لیکن جب میری آنکھیں کھلیں اور میں نے تحریک عدم تعاون شروع کی۔ تو اس وقت بھی میں ایک لحاظ سے ان کی خدمت ہی کر رہا تھا۔ میں نے ان کے خلاف وہی ہتھیار استعمال کیا۔ جو میں نے کامیابی کے ساتھ اپنے گھر کے عزیز ترین ممبران کے خلاف استعمال کیا تھا۔ اگرچہ میرے دل میں آپ کی قوم کے لئے بھی اتنا ہی پیار ہے۔ جتنا میری اپنی قوم کے لئے۔ تو یہ زیادہ دیر چھپا نہیں رہ سکتا۔ آپ کی قوم میری اس محبت کا اعتراف کرے گی۔ جیسا کہ میرے گھر والوں نے میری محبت کا اعتراف کیا۔ جب کہ انہوں نے کئی سال تک مجھے جانچا۔

اگر لوگوں نے میرا ساتھ دیا (جیسا کہ مجھے امید ہے کہ وہ ضرور میرا ساتھ دیں گے)

تو انہیں بہت سی مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا۔ بشرطیکہ برطانوی حکومت نے اپنا طرزِ عمل نہ بدل دیا۔ اور یہ مصائب ایسی سخت ہوں گی۔ کہ پتھر دل بھی پسیج جائیں گے۔

میں کسی طرح سے آپ کو ذہنی انتشار میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ کم از کم جہاں تک مجھ سے بن پڑے میں اس سے احتراز کروں گا۔ اگر آپ کو میرے اس خط میں کوئی کام کی بات دکھائی دے۔ اور اگر آپ مجھ سے گفت و شنید کرنا چاہیں۔ اور یہ چاہیں کہ میں اس وقت تک اس خط کو شائع نہ کروں۔ تو آپ مجھے ٹیلیگرام بھیج دیں۔ اور میں ایسا کرنے سے احتراز کروں گا۔ لیکن جب تک آپ کو اپنے آپ یہ یقین نہ آئے کہ آپ اس خط میں درج شدہ معروضات کو مان سکتے ہیں۔ تو مہربانی کرکے مجھے اپنے طرزِ عمل کی راہ سے نہ روکیے۔

اس خط کو آپ دھمکی خیال نہ کیجئے۔ بلکہ یہ تو سول نافرمانی کرنے والے کا متبرک اور پہلا فرض ہے۔ لہذا میں اسے ایک ایسے انگریز دوست کے ذریعے سے بھیج رہا ہوں جسے ہندوستان کی آزادی سے ہمدردی ہے۔ جسے تحریک عدم تشدد میں یقین ہے اور جسے ایشور نے غالباً ہندوستان کی بہتری کے لئے ہی یہاں بھیجا ہے۔

آپ کا مخلص دوست

ایم۔ کے۔ گاندھی

لارڈ اروِن کے نام

دوسرا خط

گاندھی جی نے اپنی گرفتاری سے عین پہلے لارڈ اروِن کو مندرجہ ذیل خط لکھا :-

تحریکِ آزادی کے مارچ کی بروقت تنبیہ

پیارے دوست! میرا یہ ارادہ ہے۔ کہ انشاء اللہ ...... کو دھواسنا کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ...... وہاں پہنچ جاؤں گا۔ اور سالٹ ورکس پر قبضہ کرنے کا مطالبہ کروں گا۔ لوگوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ دھواسنہ سالٹ ورکس پرائیویٹ ملکیت ہے۔ لیکن یہ بات ٹھیک نہیں۔ صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ایسا کہا جا رہا ہے۔ وہ اسی طرح پراثر طور پر گورنمنٹ کے کنٹرول میں ہیں۔ جس طرح کہ وائسرائے کا گھر۔ حکام کی اجازت لئے بغیر ایک چٹکی نمک بھی وہاں سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

آپ تین طریقوں سے اس حملہ کو ــــ جو نام شرارتی لوگوں نے مذاق کے طور پر اس مہم کو دے رکھا ہے ــــ روک سکتے ہیں۔ (۱) محصول نمک منسوخ کر کے (۲) مجھے اور میرے ساتھیوں کو گرفتار کر کے۔ بشرطیکہ ملک ہماری جگہ دوسرے آدمی نہ بھیج دے جیسا کہ مجھے اُمید ہے۔ وہ بھیجے گا (۳) غنڈہ گردی کے ذریعہ۔ بشرطیکہ ہر ٹوٹے ہوئے سر کی جگہ نیا سر وہاں نہ آ جائے۔ جیسا کہ مجھے امید ہے۔ آ جائے گا۔

بڑی ہچکچاہٹ کے بعد یہ قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مجھے امید تھی کہ گورنمنٹ مہذب طریقہ سے سول نافرمانی کرنے والوں کا مقابلہ کرے گی۔ اگر سول نافرمانی کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت صرف عام قانون کا استعمال کرنے تک ہی مطمئن رہتی۔ تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کی بجائے ہُوا یہ ہے۔ کہ بڑی عمر کے لیڈروں کے ساتھ سلوک کرتے وقت تو کم و بیش قانونی رسم کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن عام کارکنوں کے ساتھ بالکل وحشیانہ بلکہ ایک حد تک شرمناک سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات چند ایک

ہوتے۔ تو انہیں نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ لیکن بنگال۔ بہار۔ مہاراشٹر۔ یو۔پی۔ دہلی اور بمبئی سے آمدہ اطلاعات بھی گجرات کے واقعات کی ہی، جن کا میرے پاس بڑا ثبوت موجود ہے تصدیق کرتی ہیں۔ کراچی۔ پشاور اور مدراس میں غیر ضروری طور پر اور کسی قسم کا اشتعال دلائے بغیر ہی گولی چلائی گئی۔ والنیٹروں سے نمک چھیننے کے لئے۔ جس کی گورنمنٹ کے لئے کوئی قیمت نہیں۔ لیکن والنیٹر جسے قیمتی سمجھتے ہیں۔ ہڈیاں توڑی گئیں اور اعضائے مخصوصہ کو دبایا گیا۔ متھرا کی ایک اطلاع ہے۔ کہ ایک اسسٹنٹ مجسٹریٹ نے ایک دس سالہ نوعمر لڑکے سے قومی جھنڈا چھین لیا۔ اس طرح چھینے ہوئے جھنڈے کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لئے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان لوگوں پر نہایت بےرحمی کے ساتھ لاٹھی چارج کیا گیا اور منتشر کر دیا گیا۔ بعد میں جھنڈا واپس کر دینا یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ خود جھنڈا چھیننے والوں کو بھی اپنی غلطی کا احساس تھا۔ بنگال میں نمک کے سلسلہ میں مقدمے اور لاٹھی چارج تھوڑے ہوئے ہیں لیکن والنیٹروں سے جھنڈا چھیننے کے کام میں بےانتہا ظلم کئے گئے ہیں۔ چاولوں کے کھیت جلائے گئے ہیں۔ اور لوگوں سے اشیائے خوردنی چھین لی گئی ہیں۔ گجرات میں ایک سبزی منڈی پر صرف اس لئے چھاپہ مارا گیا۔ کیوں کہ دوکانداروں نے افسروں کو سبزی فروخت کرنے سے انکار کیا تھا۔ یہ باتیں لوگوں کے سامنے کی گئی ہیں۔ لیکن لوگوں نے صرف کانگرس کے حکم کا خیال رکھتے ہوئے ان باتوں کو خاموشی سے برداشت کر لیا۔ میں آپ سے درخواست کروں گا۔ کہ ان بیانات پر یقین کریں۔ کیوں کہ یہ بیانات ان لوگوں نے دیئے ہیں۔ جنھوں نے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ بڑے بڑے افسروں کے تردیدی بیانات بھی اکثر جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بارڈولی کی مثال سے ظاہر ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے ۵ ہفتوں میں بھی افسران بلا تامل لوگوں کے سامنے جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ اپنے اس بیان کی تائید میں گجرات میں کلکٹر کے دفتر سے جاری کردہ نوٹسوں سے مندرجہ ذیل اقتباسات دیتا ہوں۔

۱۔ بڑی عمر کے آدمی ۵ پونڈ نمک سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ۳ر سالانہ ٹیکس

ادا کرتے ہیں ۔ اگر گورنمنٹ اپنی اجارہ داری ختم کردے ۔ تو لوگوں کو زیادہ قیمت ادا کرنا پڑیگی ۔ اور اس کے علاوہ گورنمنٹ کا وہ گھاٹا بھی پورا کرنا پڑیگا ۔ جو اجارہ داری ختم کرنے کی وجہ سے گورنمنٹ کو ہوگا ۔ سمندر کے کنارے سے آپ جو نمک حاصل کرتے ہیں وہ کھانے کے قابل نہیں ہوتا ۔ اس لئے گورنمنٹ اسے تباہ کردیتی ہے ۔

۲ ۔ مسٹر گاندھی کہتے ہیں کہ گورنمنٹ نے ملک کی صنعت چرخہ کو تباہ کردیا ہے ۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے ۔ کیونکہ سارے ملک میں ایک بھی صنعت ایسی نہیں جہاں ہاتھ کی کتائی نہیں ہو رہی ہو ۔ علاوہ ازیں ہر صوبہ میں روئی کاتنے والوں کو بہتر طریقے سکھائے جاتے ہیں ۔ اور سستی قیمتوں پر بہتر اوزار مہیا کئے جاتے ہیں ۔ اور اس طرح گورنمنٹ ان کی امداد کرتی ہے ۔

۳ ۔ گورنمنٹ نے جتنا قرضہ اُٹھایا ہے ۔ اس کا ۴/۵ حصہ لوگوں کی بھلائی کے کاموں پر خرچ کیا ہے ۔

میں نے یہ تین بیانات تین مختلف اشتہاروں سے لئے ہیں ۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں ۔ کہ ان میں سے ہر ایک بیان صاف طور پر غلط ہے ۔ بڑی عمر کا آدمی بیان کردہ مقدار سے تین گنا زیادہ نمک استعمال کرتا ہے ۔ اس لئے اسے نمک کے سلسلہ میں کم از کم ۹ سالانہ ادا کرنا پڑتا ہے ۔ اور یہ محصول ہر مرد ۔ عورت ۔ بچہ اور گھریلو مویشی سے وصول کیا جاتا ہے ۔ چاہے اس کی عمر یا صحت کچھ بھی ہو ۔

یہ کہنا بہت بُرا اور بالکل جھوٹ ہے ۔ کہ ہر گاؤں میں چرخہ ہے اور گورنمنٹ کسی بھی صورت میں چرخہ کاتنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے یا ان کی امداد کرتی ہے ۔ ماہرین مال زیادہ اچھی طرح اس جھوٹ کی تردید کر سکتے ہیں ۔ کہ سرکاری قرضہ کا ۴/۵ حصہ لوگوں کی بہبودی کے لئے خرچ کیا جاتا ہے ۔ لیکن یہ جھوٹے بیانات محض چند ایک مثالیں ہیں اس چیز کی ۔ جو سرکاری افسر ہر روز پبلک کے ساتھ کر رہے ہیں ۔ ابھی چند ہی روز ہوئے ۔ ایک گجراتی شاعر کو جو ایک بہادر شخص ہے ۔ تیار کردہ سرکاری گواہوں کے بیان پر ایک تقریر کی بنا پر ایک ماہ کی سزا دی گئی ۔ حالانکہ اس نے زوردار الفاظ میں اعلان کیا ۔ کہ وقت مذکورہ

پر وہ ایک دوسری جگہ بڑے آرام سے سویا ہوا تھا۔

اب آپ افسروں کی غیر سرگرمی کی چند مثالیں دیکھئے ۔ شراب کے ٹھیکہ دار پکٹنگ کرنے والوں پر حملے کرتے ہیں۔ حالانکہ خود افسروں کے اپنے بیان کے مطابق بھی پکٹنگ کرنے والے یہ والنیٹر پرامن ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ شراب کے ٹھیکہ دار سرکاری قانونوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شراب فروخت کرتے ہیں، لیکن افسران دونوں باتوں کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کرتے۔ جہاں تک والنیٹروں پر حملوں کا تعلق ہے۔ ان کا علم تو سب کو ہوتا ہے۔ لیکن افسر یہ بہانہ کر دیتے ہیں کہ انہیں ان حملوں کے متعلق اطلاع نہیں دی جاتی۔ اور اب آپ نے ایک پریس آرڈیننس جاری کر دیا ہے جس کی نظیر آج تک ہندوستان میں نہیں ملتی۔ آپ نے بھگت سنگھ وغیرہ کے مقدموں کی سماعت میں قانونی تاخیر کو ختم کرنے کا ایک نیا طریقہ نکالا ہے۔ تا کہ جلدی فیصلے ہو سکیں۔ اگر میں افسروں کی ان سرگرمیوں اور غیر سرگرمیوں کو مارشل لا کی ہی ایک صورت کہوں۔ تو اس میں حیرانی کی بات کیا ہے؟ اور ابھی تو یہ جدو جہد کا پانچواں ہفتہ ہے۔

اس لئے پیشتر اس سے کہ تشدد کا یہ دَور پوری طرح ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے ایک دلیرانہ قدم اٹھانا چاہئے۔ اور آپ کے غصہ کو زیادہ صاف گو تدرسے سخت راستہ پر ڈال دینا چاہئے۔ ہو سکتا ہے آپ کو ان باتوں کا علم نہ ہو۔ جو میں نے بیان کی ہیں۔ میں تو اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ ان پر اچھی طرح غور کریں۔ ساتھ ہی میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں۔ کہ یہ میری بزدلی ہوگی۔ اگر میں آپ کو حکام کے ناجائز قانونوں کی اطلاع نہ دوں۔ آپ کو ان باتوں کی اطلاع دینا ضروری ہے۔ تاکہ ان قانونوں کے ماتحت مصائب برداشت کرنے والے اور جائدادیں لٹوانے والے لوگ یہ نہ محسوس کریں۔ کہ میں نے ـــ جو ان کو میدان عمل میں لانے اور اس طرح گورنمنٹ کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کرنے والا خاص شخص تھا ـــ ستیہ آگرہ کے پروگرام کو جتنے الامکان زیادہ سے زیادہ مکمل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا ہے۔

کیوں کہ ستیہ آگرہ کی سائنس کے مطابق حکام جتنا زیادہ تشدد کریں گے۔ اور

غیر قانونی کارروائیاں کریں گے۔ مظلوموں کو اتنی ہی زیادہ مصائب کو دعوت دینی چاہئے رضاکارانہ طور پر زیادہ سے زیادہ مصائب برداشت کرنے میں کامیابی یقینی ہے۔

میں جانتا ہوں کہ میں جو طریقے اختیار کر رہا ہوں۔ ان کے ساتھ کیا کیا خطرات وابستہ ہیں۔ لیکن ملک کو میری باتوں کا غلط مطلب نہیں لینا چاہئے۔ میرے دل میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہی میرے دماغ میں ہوتا ہے۔ اور وہی میری زبان پر ہوتا ہے۔ میں پچھلے ۱۵ سال سے ہندوستان میں اور پچھلے زائد از بیس سال سے ہندوستان کے باہر یہ کہہ رہا ہوں۔ اور اب پھر اسے دوہراتا ہوں۔ کہ تشدد پر منتج حاصل کرنے کا واحد طریقہ شدھ اور خالص عدم تشدد ہے۔ میں یہ بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ تشدد کا ہر عمل بلکہ خیال تک بھی غیر متشدد سرگرمیوں میں روکاوٹ ڈالتا ہے۔ اگر بار بار اس قسم کے انتباہ کے باوجود لوگ تشدد کا راستہ اختیار کریں گے۔ تو مجھے اس سے لاتعلقی کا اظہار کرنا پڑے گا۔ گو میری اتنی ذمہ داری ضرور ہوگی۔ جتنی ہر شخص پر دوسرے اشخاص کی سرگرمیوں کی رسمی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر عدم تشدد میں وہ طاقت ہے۔ جو رشی لوگ اس سے منسوب کرتے رہے ہیں۔ اور اگر میں اس کو عمل میں لانے کے طویل تجربہ کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ تو ذمہ داری کا سوال ایک طرف ڈالتے ہوئے بھی میں کسی بھی بنا پر عمل ملتوی کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

لیکن پھر بھی میں اگلے قدم کو ٹالنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرونگا کہ اس ٹیکس کو منسوخ کر دیں۔ جس کو آپ کے اپنے ملک کے سرکردہ اشخاص نے بھی صاف صاف الفاظ میں برا کہا ہے۔ اور جس کے خلاف جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا۔ سول نافرمانی کی صورت میں عالمگیر احتجاج اور اظہار نفرت ہو رہا ہے۔ آپ سول نافرمانی کی جتنی چاہیں مذمت کر سکتے ہیں۔ لیکن کیا آپ مسلح بغاوت کو سول نافرمانی پر ترجیح دیں گے؟ اگر آپ کہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ کہ سول نافرمانی تشدد پر منتج ہوگی۔ تو تاریخ یہ فیصلہ دے گی۔ کہ برٹش گورنمنٹ نے عدم تشدد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بات نہیں بنی۔ اور اس طرح انسانی فطرت کو زبردستی تشدد کی طرف دھکیل دیا۔ حالانکہ اگر وہ

عدم تشدد کو سمجھتی۔ تو اس بات کو روک سکتی تھی۔ لیکن حکومت کی طرف سے لوگوں کو تشدد کی طرف دھکیلنے کے باوجود میں یہ امید رکھتا ہوں کہ پرماتما ہندوستان کے لوگوں کو اتنی عقل اور ہمت دیگا۔ کہ وہ تشدد کا رستہ اختیار کرنے کے ہر لالچ اور ہر اشتعال کا مقابلہ کر سکیں۔

اس لئے اگر محصول نمک کو نہیں ہٹاتے۔ اور پرائیویٹ نمک سازی پر عائد پابندیوں کو منسوخ نہیں کرتے۔ تو میں مجبوراً اپنا وہ کوچ شروع کر دوں گا۔ جس کا ذکر میں نے اپنے خط کے پہلے پیرہ میں کیا ہے۔

آپ کا صادق دوست
ایم۔ کے گاندھی

سابرمتی آشرم کے لواسیوں کے نام

گاندھی جی ان نہایت جری بلکہ "باغی" لیکھکوں میں سے ایک سمجھے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان میں عظیم برٹش سامراج کو چیلنج کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے اپنے قلم سے ہی بڑے شیریں خطوط بھی لکھے ہیں جن خطوط میں ان کی محبت اور ہمدردی جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں جب آپ یراودا جیل میں تھے۔ تو یراودا جیل میں رہنے والے اصحاب کو ان کے محبت بھرے خطوط اکثر موصول ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ خطوط ذیل میں دیے جاتے ہیں:۔

میرا بائی کے نام

تمہارے نام یہ خط پہلا خط ہے۔ جو میں جیل سے لکھنے لگا ہوں۔ اور وہ بھی مون برت کے دن۔

میں بالکل خوش ہوں۔ اور پچھلی تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے کافی آرام کر رہا ہوں راتیں کافی ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اور چونکہ مجھے باہر میدان میں سونے کی اجازت ہے اس لئے بہت اچھی نیند آتی ہے۔ اپنی خوراک کے طریقہ میں میں نے جو تبدیلی کی ہے۔ وہ میرے عام خط سے تم کو معلوم ہو جائے گی۔

جو چرخہ تم نے اتنی احتیاط اور فکر سے بھیجا ہے۔ اور دیگر جو اشیا اچھی طرح بند کر کے ارسال کی گئی ہیں۔ انہیں حاصل کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ سپرنٹنڈنٹ نے مجھے بتایا ہے۔ کہ روئی دھنکنے کی کمان رستہ میں ہی ان دوستوں نے گنوا دی۔ جو یہ سامان لائے تھے۔ مجھے اس کے لئے کوئی جلدی نہیں کیونکہ تم نے کافی تعداد میں پونیاں مجھے ارسال کر دی ہیں۔

میں یہ نہیں جانتا کہ مجھے کتابیں کس نے بھیجی ہیں؟ لیکن یہ وہ کتابیں نہیں ہیں۔ جن کی مجھے خواہش تھی۔ خیر اس غلطی سے کوئی نقصان نہیں۔ کیوں کہ مجھے ابھی کتابوں کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ میں زیادہ سے زیادہ وقت تکلی کو دے رہا ہوں۔ میں نے

دیکھا ہے۔ کہ میری رفتار کچھ زیادہ نہیں ہے۔ میں بمشکل ایک گھنٹہ میں ۳۰۰ چکر دے سکتا ہوں۔ پہلے دن مجھے ۱۶۰ چکر پورے کرنے کے لئے ہی گھنٹے خرچ کرنا پڑے۔ اور پھر بھی تھک کر بالکل چور ہو گیا۔ مجھے اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے مجھے کتابوں کے لئے کوئی جلدی نہیں۔

جیل کے افسران بڑے مہربان ہیں۔ اور میرا بڑا خیال رکھتے ہیں۔

تمہارا محبت کے ساتھ ۔ باپو

نوٹ :- جو چیزیں گم ہوئی تھیں۔ وہ مل گئی ہیں۔ اور جیل بھیج دی گئی ہیں۔

آشرم نواسیوں کے نام

میری صحت بالکل ٹھیک ہے۔ روزانہ صبح آشرم کے وقت (۴ بجے صبح) اٹھتا ہوں۔ میرے کمرے میں کافی روشنی ہے۔ اس لئے میں گیتا کے ادھیائے اپنے روزانہ معمول کے مطابق ہی پڑھ سکتا ہوں۔ تھکاوٹ آہستہ آہستہ دور ہو رہی ہے۔ صبح ۸ بجے اور پھر دوپہر کو ۱۲ بجے باقاعدہ آرام کرتا ہوں۔ اور اس طرح روزانہ دن کو دو تین گھنٹے نیند لے لیتا ہوں۔ ڈانڈی مارچ کے دوران میں نے سنگترہ کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ لیکن اب پھر انہیں استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ پہلے دن میں نے بکری کا کچا دودھ پیا تھا۔ اور اس وقت بھی اس کا استعمال کر رہا ہوں۔ میں قریباً ۳ پونڈ دودھ روزانہ استعمال کر رہا ہوں۔ یا تو مجھے اس میں کچھ کمی کرنا پڑے گی۔ یا اسے دہی کی صورت میں استعمال کرنا پڑیگا صبح بھی میں گرم پانی کی بجائے ٹھنڈا پانی استعمال کرتا ہوں۔ جیل والوں کی طرف سے مجھے پانی گرم کرنے کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔ لیکن اگر جسم کو ٹھنڈے پانی پر زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ تو پھر پانی گرم کرنے کا کیا فائدہ۔ میں نے شہد کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ پہلے میں ٹھنڈے پانی سے غسل کیا کرتا تھا۔ لیکن کل سے میں پھر گرم پانی سے غسل کر رہا ہوں بکری کا دودھ میرے سامنے ہی دوہا جاتا ہے۔ اس لئے دودھ کی صفائی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کچا دودھ تسلی بخش ثابت نہ ہوا۔ تو پھر میں اسے گرم کرا لیا کروں گا

اُنہوں نے برتن وغیرہ صاف کرنے کے لئے مجھے ایک آدمی دے دیا ہے۔ کھجوریں اور raisins استعمال کر رہا ہوں۔ لہٰذا میری خوراک کے متعلق فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آج کل دوسروں کے متعلق فکر کرنے کا کوئی وقت نہیں۔ اور نہ ہونا چاہیئے۔ فالتو اخراجات کے لئے ہمارے پاس نہ کوئی روپیہ ہے نہ ہونا چاہیئے۔

جہاں تک میری کتائی کا تعلق ہے وہ باقاعدہ ہے۔ میں روزانہ سوت جمع کرتا جا رہا ہوں جیل سے باہر میں نے کبھی تکلی پر اپنی رفتار نہیں دیکھی تھی۔ تکلی کی کتائی میں لوگوں کو دلچسپی پیدا کرنی چاہیئے۔ وار دھا میں کچھ لوگ آدھ گھنٹہ میں ۸۰ تک چکر لگانے کی رفتار حاصل کر چکے ہیں۔ جنہوں نے وہاں یہ کام سیکھا ہے۔ انہیں اپنی رفتار معلوم کر کے مجھے لکھنا چاہیئے۔

'با' (کستوربا گاندھی) کے نام

کتنی اچھی بات ہوئی کہ میں نے گرفتاری سے پہلے شام کو تمہیں اور چند بہنوں کو دیکھ لیا۔ اور میں تمہارے ساتھ تمہاری رہائش گاہ تک جا سکا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی پرماتما کی رحمتیں اس طرح ہم پر نازل ہو رہی ہیں۔ جس طرح آسمان سے بارش گرتی ہے۔

آپ میں سے کسی کو بھی گھبرانا نہیں چاہیئے۔ نہ پریشان ہونا چاہیئے۔ بہنوں کی عبادت کے سارے وقت سے اچھی طرح ترتیب دیئے گئے تھے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہر صبح پورے دھیان کے ساتھ ان کا پاٹھ کیا جایا کرے گا۔

گاندھی جی اپنے لڑکے دیوداس کو لکھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کہاں ہو۔ لیکن ہم سب کی نگہداشت کرنے کے لئے پرماتما موجود ہے۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے کی فکر نہیں کرنی چاہیئے

اپنی گود لی ہوئی اچھوت لڑکی لکشمی کے نام

چھوٹے پرندو! باپو کی آشیرباد۔ عام پرندے پروں کے بغیر نہیں اُڑ سکتے۔ پرندوں

کے ساتھ تو سب اُڑ سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم پروں کے بغیر اُڑنا سیکھ لو۔ تو تمہاری ساری شکایات بالکل ختم ہو جائیں گی۔ میں تمہیں ایسا کرنا سکھاؤنگا۔

دیکھو! میرے کوئی پر نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی میں ہر روز عالمِ خیال میں پرواز کرتا ہوا تمہارے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ دیکھو یہ چھوٹی نرملا ہے۔ یہ ہری ہے۔ اور یہ دھرم کمار ہے۔ اور تم بھی عالمِ خیال میں اڑتی ہوئی میرے پاس پہنچ جاتی ہو۔

ان لوگوں کو جو خود سوچنا جانتے ہیں۔ کسی اُستاد کی ضرورت نہیں۔ اُستاد ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔ لیکن وہ ہمیں سوچنے کی طاقت نہیں دے سکتا۔ یہ طاقت ہمارے اندر موجود ہوتی ہے۔ جو لوگ عقلمند ہیں۔ وہ عقلمندانہ خیالات رکھتے ہیں۔

مجھے بتاؤ۔ کہ تم میں سے کون پربھو بھائی کی شام کی پرارتھنا میں اچھی طرح شامل نہیں ہوتی۔ مجھے اپنے سب کے دستخطوں سے خط بھیجو۔ جو دستخط نہ کرنا جانتے ہوں وہ نشانی بنا دیں۔ باپو کی آشیرواد۔

یراودا جیل۔ موہن داس

لارڈ ولنگڈن کے ساتھ خط و کتابت

پہلا خط

۱۹۳۱ء میں جب کانگریس اور گورنمنٹ کے تعلقات خطرناک حد تک نازک صورت اختیار کر گئے تھے۔ عجب صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ گاندھی جی نے ملک کی سیاسی صورتِ حالات کے متعلق وائسرائے لارڈ ولنگڈن سے ملاقات کرنا چاہی تاکہ تعطل کا کوئی حل نکالا جا سکے۔ لیکن گاندھی جی کو ملاقات کی دعوت دینے کے ساتھ ہی ساتھ وائسرائے نے فرنٹیئر میں گولی چلا تا اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں گرفتاریاں شروع کر دیں۔ گاندھی جی نے وائسرائے کو تار دیا۔ "کیا ہمارے باہمی تعلقات ختم ہیں؟ یا کیا آپ مجھ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں آپ سے ملاقات کروں" وائسرائے نے جواب دیا۔ کہ وہ ان سے ملاقات کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن حکومت کی مشورانہ سرگرمیوں کے متعلق ان کے ساتھ کوئی بات کرنے کے لئے تیار نہیں۔ وائسرائے نے گاندھی جی کو متعدد غیر قانونی سرگرمیوں کے لئے ذمہ دار قرار دیا۔ اس کے جواب میں گاندھی جی نے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء کو مندرجہ ذیل بیان جاری کیا۔

ابھی کچھ نہیں بگڑا

وائسرائے نے میرے ۲۹ دسمبر کے تار کے جواب میں جو تار دیا ہے۔ اس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ انہوں نے اس طرح نہایت دوستانہ طور پر کی گئی پیش کش کو ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے ایک کمزور شخص کے طور پر ان سے ملنے کی درخواست کی تھی۔ تاکہ جن سوالوں کے متعلق میں گورنمنٹ کی پوزیشن معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ وہ معلوم کر سکوں۔ لیکن میری اس پیش کش کا اعتراف کرنے کی بجائے انہوں نے یہ کہہ کر میری پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ کہ پہلے میں اپنے ساتھیوں سے لاتعلقی کا اظہار کروں۔ اور اگر یہ ذلیل قدم اٹھانے کے بعد بھی ملاقات کروں۔ تو اس ملاقات میں قوم کے لئے اہم ان مسائل

کو زیر بحث نہ لاؤں۔

میری رائے میں آرڈیننسوں اور اس قسم کے اقدامات کے سامنے جن کا سخت مقابلہ نہ کرنے پر قوم بالکل پست ہمت ہو جائے گی۔ آئینی سوال کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ مجھے امید ہے۔ کہ کوئی بھی خوددار ہندوستانی ایسا آئین حاصل کرنے کی جسے عمل میں لانے کے لئے زندہ قوم ہی باقی نہ رہے گی غیر یقینی امید میں قومی جذبہ کو کچل دینے کا خطرہ مول نہیں لیگا۔ مجھے یہ بھی کہنے دیجئے۔ کہ صوبہ سرحد کے متعلق ان کے تار میں ایسے حقائق دیئے گئے ہیں۔ جو بظاہر عوامی لیڈروں کی گرفتاری اور غیر معمولی آرڈیننسوں کے اجرا کو جائز ثابت نہیں کرتے۔ جنہوں نے جان و مال کو بالکل غیر محفوظ بنا دیا ہے نہ ہی ان کی بنا پر اپنے لیڈروں کی گرفتاری کے خلاف پروٹسٹ کرنے والے پُرامن مظاہرین پر گولی چلانا ہی جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اگر خانصاحب عبدالغفار خاں نے مکمل آزادی کے حق کا دعوٰے کیا ہے۔ تو یہ ایک قدرتی دعویٰ تھا۔ یہی دعوٰے کانگرس نے بھی ۱۹۲۹ء میں اپنے لاہور اجلاس میں کیا تھا۔ اور یہی دعوٰے میں نے بھی پوری طاقت کے ساتھ لنڈن میں برٹش گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو یہ یاد دہانی بھی کرانا چاہتا تھا کہ گورنمنٹ کو یہ معلوم تھا۔ کہ کانگرس کے ہدایت نامہ میں یہ دعوٰے بھی درج ہے۔ پھر بھی مجھے کانگرس ڈیلیگیٹ کے طور پر لنڈن کانفرنس میں شمولیت کے لئے مدعو کیا گیا نہ ہی میں صرف دربار میں شمولیت سے انکار کرنے کے جرم کو ایسا سمجھتا ہوں۔ کہ اس کی بنا پر فوراً سزا دے دی جائے۔ دربار میں شمولیت سے انکار کرتے ہوئے اگر خانصاحب نسلی منافرت کا پرچار کر رہے تھے۔ تو یہ بات واقعی افسوسناک تھی۔ لیکن اس کے بالکل برعکس اس کا اپنا اعلان میرے سامنے موجود ہے۔ لیکن فرض کیا انہوں نے نسلی منافرت کا پرچار کیا بھی ہو۔ تب بھی انہیں یہ حق تھا۔ کہ ان کے خلاف کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جاتا۔ جہاں وہ الزامات کے خلاف اپنی صفائی پیش کر سکتے۔

یو۔پی کے متعلق بھی آپ کو غلط اطلاعات دی گئی ہیں۔ کیونکہ کانگرس نے

عدم ادائیگی مالیہ کی کسی تحریک کی منظوری نہیں دی۔ لیکن جب گورنمنٹ اور کانگرس کے نمائندوں میں بات چیت ہو رہی تھی۔ اس وقت ہی لگان اکٹھا کرنے کا وقت آگیا اور لگان کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ اس لئے کانگریسیوں کو بھی مجبوراً مزارعوں کو یہ مشورہ دینا پڑا۔ کہ جب تک گفت و شنید کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ تب تک ادائیگی ملتوی کر دیں کانگرس کی طرف سے مسٹر شیروانی نے یہ پیش کش بھی کی۔ کہ وہ یہ مشورہ واپس لینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ اگر حکام خود ہی گفت و شنید کا فیصلہ ہونے تک لگان کی وصولی ملتوی کر دیں۔ میں یہ تجویز پیش کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ کہ یہ ایک ایسا مسئلہ نہیں جسے اس طرح ختم کر دیا جائے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے تار میں کیا ہے۔ یو۔ پی کا یہ جھگڑا کافی دیرینہ ہے۔ اور لاکھوں کسانوں کی جو اقتصادی طور پر دبے ہوئے ہیں بہبودی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ کوئی بھی حکومت جو اپنے عوام کی بہبودی کا خیال رکھتی ہے کانگرس جیسی بڑی جماعت کے تعاون کو خوش آمدید کہے گی جس کا کہ عوام کے اندر بہت زیادہ رسوخ ہے۔ اور جس کی ایک خواہش یہ ہے کہ وفاداری کے ساتھ عوام کی خدمت کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی کہنے دیجئے۔ کہ میں لگان کی عدم ادائیگی ان لوگوں کا قدیم اور مقدس حق سمجھتا ہوں۔ جب وہ ناقابل برداشت اقتصادی بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع آزما چکے ہوں۔

میں اس بات کی تردید کرتا ہوں۔ کہ کانگرس کسی بھی شکل میں بے چینی پیدا کرنا چاہتی ہے۔ جہاں تک بنگال کا تعلق ہے۔ کانگرس بھی گورنمنٹ کے ساتھ یک زبان ہو کر قتل کی وارداتوں کی مذمت کرتی ہے۔ اور اس قسم کے جرائم کا انسداد کرنے کے لئے تمام ضروری اقدامات میں حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔ کانگرس دہشت انگیزی کے طریقوں کی تو پوری طرح مذمت کرتی ہے۔ لیکن وہ کسی طرح بھی گورنمنٹ کی اس دہشت انگیزی کے ساتھ متعلق ہونے کے لئے تیار نہیں جس کا اظہار بنگال آرڈیننس سے یا اس آرڈیننس کے ماتحت ہونے والے اقدامات سے ہوتا ہے۔ بلکہ عدم تشدد کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے حکومت کے قانونی تشدد کے ان اقدامات کی مزاحمت

گورنمنٹ ہند کی اس قسم کی سرگرمیوں کی تہ میں اطلاعات کی بنا پر کہ شاید مجھے لوگوں کی راہنمائی کرنے کا دوسرا موقعہ نہ ملے۔ ورکنگ کمیٹی نے میرا مشورہ قبول کر لیا ہے۔ اور ایک ریزولیوشن پاس کر دیا ہے۔ جس میں سول نافرمانی کی سرگرمیوں کا ایک عارضی سا پروگرام دیا گیا ہے۔ میں اس ریزولیوشن کا مسودہ بھی ساتھ ہی بھیج رہا ہوں۔ اگر وائسرائے مجھے ملنا مناسب سمجھیں۔ تو اس ریزولیوشن پر عمل اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے گا۔ جب تک ہماری بحث کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ یہ امید رکھتے ہوئے کہ شاید اس ریزولیوشن کو بالکل ہی ترک کر دینا پڑے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ وائسرائے کے اور میرے درمیان خط و کتابت اتنی اہم ہے۔ کہ اس کی اشاعت میں کوئی دیر نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے میں اپنا تار۔ اس کا جواب۔ یہ جوابی بیان اور ورکنگ کمیٹی کا ریزولیوشن اشاعت کے لئے دے رہا ہوں۔

کرے گی۔ میں تہ دل سے ان کے تار میں مندرجہ اس نظریہ سے متفق ہوں کہ تعاون باہم دو طرفہ ہی ہوتا ہے۔ لیکن ان کا تار پڑھ کر میں مجبوراً اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں۔ کہ وہ کانگرس سے تو تعاون کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن خود کوئی تعاون دینے کے لئے تیار نہیں انہوں نے جس طرح ان مسائل پر بحث کی ہے ـــــ حالانکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ ان مسئلوں کے بھی دو پہلو تھے ـــــ اس سے میں اسی نتیجہ پر پہنچتا ہوں۔ کہ ان مسائل کے متعلق میں نے اپنی دانست کے مطابق صحیح نکتہ نگاہ پیش کیا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو کسی قطعی نظریہ کا پابند کرنے سے پہلے میں چاہتا تھا۔ کہ دوسری طرف کا نظریہ بھی معلوم کر لوں۔ ایسا کرنا لوگوں کا حق ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی حکومت میں کوئی موثر آواز نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ وہ تشدد یا صلح بغاوت کا بھی موثر بدل ہے۔

اس لئے میں کبھی اپنے عقیدہ سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے اور

گاندھی جی کا دوسرا خط

گورنمنٹ کی متشددانہ پالیسی کے جواب میں ۲۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کی کانگرس ورکنگ کمیٹی نے گاندھی جی کے زیر راہنمائی ایک ریزولیوشن پاس کیا جس کے مطابق سول نافرمانی کی تحریک کو پھر زندہ کر دیا گیا۔ وائسرائے نے ایک تار کے ذریعہ گاندھی جی کو تنبیہ کی۔ کہ اگر کوئی ناخوشگوار نتائج نکلے۔ تو مہاتما جی کو اور کانگرس کو ان کے لئے ذمہ دار سمجھا جائیگا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا۔ کہ گورنمنٹ ہر ممکن طریقہ سے تحریک کو کچل دینے کا مصمم ارادہ رکھتی ہے۔ اس تار کے جواب میں گاندھی جی نے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا:-

وقت بتائے گا کہ کون غلطی پر تھا

"آپ کے تار کے لئے شکریہ! میں آپ کے اور گورنمنٹ کے فیصلہ پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یقیناً ایماندارانہ اختلاف رائے کو دھمکی بیان کرنا غلط ہے۔ کیا میں گورنمنٹ کو یاد دہانی کرا سکتا ہوں۔ کہ جب دہلی میں گفت و شنید شروع ہوئی تھی۔ اس وقت سول نافرمانی کو ترک نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف ملتوی کیا گیا تھا۔ اس کے بعد پھر لنڈن کے لئے میری روانگی سے پہلے بھی پوزیشن دوہرائی گئی تھی۔ اور وائسرائے نے اسے تسلیم بھی کیا تھا۔ میں نے اس بات کو واضح کر دیا تھا۔ کہ ہو سکتا ہے کہ خاص حالات میں کانگرس کو پھر سول نافرمانی کرنا پڑے۔ لیکن اس کے باوجود گورنمنٹ نے گفت و شنید منقطع نہیں کی۔ گورنمنٹ نے یہ واضح کر دیا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص سول نافرمانی کریگا۔ تو اسے سزا ملے گی۔ اس سے یہی کچھ ثابت ہوتا ہے جس کے لئے سینہ آگرہی ہر وقت تیار ہے۔ میری منطق پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر گورنمنٹ اس رویہ کے خلاف ہوتی۔ تو وہ مجھے لنڈن

بھیجنے سے روک سکتی تھی۔ لیکن دراصل وائسرائے نے نیک خواہشات کے ساتھ مجھے روانہ کیا۔

یہ کہنا بھی ٹھیک یا مناسب نہ ہوگا۔ کہ میں نے کبھی یہ دعوے کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی کوئی پالیسی میرے فیصلہ پر منحصر ہونی چاہئے۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھتا۔ کہ کوئی عوامی اور آئینی حکومت ہمیشہ عوامی جماعتوں اور ان کے نمائندوں کی طرف سے پیش کردہ تجاویز کا خیر مقدم کرے گی۔ اور ان کو اپنے اقدامات یا ان آرڈیننسوں کے متعلق جن کو پبلک پسند نہیں کرتی۔ ہر قسم کی اطلاعات وغیرہ مہیا کر کے ان کی امداد کرے گی۔ میں دعوے کرتا ہوں۔ کہ میرے پیغامات کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں دقت ہی یہ بتائے گا۔ کہ کس کی پوزیشن جائز تھی۔

اس دوران میں میں حکومت کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ کانگریس ہر ممکن کوشش کرے گی۔ کہ جدوجہد کو منافرت سے بالکل پاک کر کے قطعی غیر متشدد طریقوں پر جاری رکھا جائے۔ مجھے یہ یاد دہانی کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ کانگریس اور اس کا خادم میں اپنے اقدامات کے سارے نتائج کے لئے ذمہ دار ہوں گے۔

قوم کے نام

جنوری ۱۹۳۲ء میں ہندوستان کی سیاسی حالت بڑی نازک اور خطرناک تھی۔ ملک میں غیر معمولی جوش پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ ہر ممکن طریقہ سے غلامی کا جوا اتار پھینکنے پر تلے ہوئے تھے۔ کانگرس سول نافرمانی شروع کرنے کا ریزولیوشن پاس کر چکی تھی۔ اور دوسری طرف برٹش گورنمنٹ بھی ہر ممکن طریقہ سے اس طوفان کو کچل دینے کا تہیہ کئے ہوئے تھی۔ اور اس نے بذریعہ تار مہاتما جی کو اپنے اس ارادہ سے مطلع بھی کر دیا تھا۔
اس نازک موقعہ پر مہاتما گاندھی نے قوم کے نام مندرجہ ذیل پیغام دیا:۔

ہرچہ بادا باد ما کشتی درآب انداختیم

مجھے وایسرائے اور گورنمنٹ کی طرف سے یہ تار پا کر افسوس ہوا ہے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ گورنمنٹ غلطیوں پر غلطیاں سرزد کر رہی ہے خصوصاً میری ملاقات پر اس قسم کی پابندیاں عائد کرتے ہوئے جنہیں کوئی بھی غیرت مند انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ اور ملاقات کے لئے جرأت نہیں کر سکتا۔ اب بھی وہ ملاقات کا دروازہ کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ ایک مزید غلطی ہے۔ کیوں کہ مجھے یہ بتا کر کہ سول نافرمانی شروع کرنے کی دھمکی دیتے ہوئے وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ انہوں نے ملاقات کا دروازہ آخری طور پر بالکل ہی بند کر دیا ہے۔ اور تار اس قسم کے الفاظ میں ہے جو میری بار بار ملاقات کی درخواست کا جواب نہیں۔ وایسرائے اور اس کی گورنمنٹ نے سول نافرمانی شروع کرنے کی دھمکی کا بہانہ بنا کر مجھ سے ملاقات کرنے سے انکار کر کے معاہدہ دہلی کی صریحاً خلاف ورزی کی ہے۔

یقیناً وائسرائے کو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ گفت و شنید کے وقت بھی سول نافرمانی جاری تھی۔ اور سمجھوتہ ہو جانے پر بھی اسے قطعی طور پر ترک نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف

ملتوی کیا گیا تھا۔ تاکہ گول میز کانفرنس میں کانگرس کی نمائندگی حاصل کی جا سکے اور سب یہ جانتے تھے۔ کہ اگر گول میز کانفرنس قومی مطالبہ کو پورا کرنے میں ناکام ہوئی تو سول نافرمانی پھر شروع کر دی جائیگی۔ اس کے ساتھ ہی اس دوسرے معاہدہ کی مثال بھی موجود ہے۔ جو میری لنڈن کو روانگی سے پہلے شملہ میں طے ہوا تھا۔ میرے اور گورنمنٹ کے مابین جو خط و کتابت ہوئی۔ اس کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہو گا کہ عارضی صلح کے باوجود میں نے اپنا یہ حق محفوظ رکھا تھا۔ کہ جن شکایات کا عام قانونی طریقے استعمال کرنے سے ازالہ نہیں ہو سکے گا۔ ان کو دُور کرانے کے لئے مدافعتی طور پر سول نافرمانی کا حربہ استعمال کیا جائیگا۔ یقیناً اگر سول نافرمانی اتنا ہی قابلِ تعزیر جرم تھا۔ تو گورنمنٹ کبھی ان بنیادوں پر خطوط کا تبادلہ نہ کرتی۔ اور وائسرائے مجھے آشیرواد ـــ دعائے خیر دے کر لنڈن نہ بھیجتے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ وقت بدل جانے کے ساتھ ساتھ طریقے بھی بدل گئے ہیں۔

اب ہمارا عمل بھی گورنمنٹ کے چیلنج کے مطابق ہی ہونا چاہئے۔ لیکن یہ امید رکھنی چاہئے۔ کہ جب ساری جماعتوں اور مذہبوں کے لوگ دلیری اور انکساری کے ساتھ اس خوفناک آتشی امتحان سے گزریں گے۔ اور کوئی بھی قربانی دینے سے یا مصیبت برداشت کرنے سے دریغ نہیں کریگا۔ تو ساتھ ہی وہ قولاً۔ فعلاً اور عملاً عدم تشدد پر بھی پوری طرح کاربند رہیں گے۔ چاہے ان کو کتنا ہی اشتعال کیوں نہ دلایا جائے۔ میں لوگوں پر یہ بھی زور دوں گا۔ کہ وہ حکمرانوں کے ساتھ غصہ نہ ہوں۔ ان کو نسلاً بعد نسلاً جو عادات پڑھی ہوئی ہیں۔ انہیں چھوڑنا ان کیلئے آسان نہیں ہے۔ ہمارا جھگڑا ان کے ساتھ نہیں۔ ان کے اقدامات کے ساتھ ہے۔

ہمیں اپنے آپ میں اور انسانی فطرت میں اعتقاد ہے۔ اسی لئے ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم کافی عرصہ تک مصائب برداشت کریں۔ تو ہماری یہ مصائب حکمرانوں کے دل کو بدل دیں گی۔ بشرطیکہ ان مصائب کو صحیح سپرٹ Spirit

میں برداشت کیا جائے۔ ہمیں بہر حال یہ تسلیم کرنا چاہیئے۔ کہ جتنی زیادہ اور جتنا طویل عرصہ یہ مصائب جاری رہیں گی۔ اتنا ہی ہم سوراج کے لئے زیادہ اہل بنتے جاویں گے جس کے حصول کے لئے ہم اس آتشیں آزمائش میں سے گزر رہے ہیں۔ میں قوم کو اس وعدہ کی یاد دلاتا ہوں۔ جو میں نے گول میز کانفرنس کے ابتدائی اجلاس کے خاتمہ پر وزیر اعظم کے ساتھ کیا تھا۔ وہ وعدہ یہ تھا۔ کہ اگر ہمیں جدوجہد دوبارہ شروع بھی کرنا پڑی۔ تو بھی ہم اسے منافرت سے پاک رکھیں گے۔ اور کوئی ناواجب بات نہیں کریں گے۔ میں بھروسہ رکھتا ہوں۔ کہ ہر ہندوستانی اس وعدہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔

سر سیموئل ہور کے نام

مندرجہ ذیل خط گاندھی جی نے ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو سر سیموئل ہور کو لکھا اس خط میں گاندھی جی نے برٹش گورنمنٹ کو مطلع کیا۔ کہ اگر اچھوتوں کے لئے جداگانہ انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ تو وہ مرن برت رکھ لیں گے

کیا جمہوریت اسی کا نام ہے؟

ڈیر سر سیموئل ! آپ کو شاید یاد ہوگا۔ کہ گول میز کانفرنس میں اقلیتوں کے مطالبات پر تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا۔ کہ میں اپنی جان دے کر بھی اچھوتوں کو علیحدہ نمائندگی دیئے جانے کی مخالفت کروں گا۔ یہ الفاظ میں نے محض جوش میں آکر یا لوگوں پر رعب طاری کرنے کے لئے نہیں کہے تھے۔ میرا یہ بیان ایک مقدس بیان تھا۔

اس بیان کی بنا پر مجھے امید تھی۔ کہ ہندوستان واپس پہنچ کر میں اچھوتوں کے لئے جداگانہ انتخاب کے خلاف رائے عامہ کو حرکت میں لاسکوں گا۔ لیکن ایسا ہونا متصور نہیں تھا۔

مجھے جو اخبارات پڑھنے کے لئے ملتے ہیں۔ ان سے میں نے دیکھا ہے۔ کہ کسی بھی وقت برٹش گورنمنٹ اپنے فیصلہ کا اعلان کر دے گی۔ پہلے میرا یہ خیال تھا۔ کہ اگر اس فیصلہ میں اچھوتوں کے لئے جداگانہ انتخاب کا فیصلہ درج ہوا۔ تو میں ایسا قدم اٹھاؤں گا۔ جو میرے ـــــ عہد کو عمل میں لانے کے لئے ضروری ہو لیکن میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ کو پہلے ہی اطلاع دیئے بغیر کوئی قدم اٹھانا ٹھیک نہیں ہوگا۔ قدرتی طور پر وہ میرے اس بیان کو وہ اہمیت نہیں دے سکتے تھے جو اہمیت میں خود اپنے بیان کو دیتا ہوں۔

میں وہ تمام وجوہات نہیں دہرا سکتا۔ جو اچھوتوں کے لئے جداگانہ

انتخاب کے خلاف ہیں ۔میں محسوس کرتا ہوں ۔ جیسے کہ میں بھی ان میں سے ہی ایک ہوں۔ ان کا معاملہ دوسروں کے معاملوں سے بالکل مختلف ہے ۔میں لیجسلیچر میں ـــ (مجلس آئین ساز میں) ان کو نمائندگی دینے کے خلاف نہیں ہوں ۔میں اس بات کے حق میں ہوں کہ چاہے دوسروں کے لئے ووٹ دینے کی شرائط کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہوں ۔ اچھوتوں میں تعلیم یا جائداد وغیرہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ہر مرد عورت کو ووٹ دینے کا حق دیا جائے ۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جداگانہ انتخاب ان کے لئے مضر ہے ۔اور ہندوؤں کے لئے بھی نقصان دہ ہے ۔ چاہے خالص سیاسی نکتہ نگاہ سے وہ کچھ بھی کیوں نہ ہو ۔ جداگانہ انتخاب ان کو کتنا نقصان پہنچا سکتا ہے ۔اس کو سمجھنے کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہے ۔کہ کس طرح وہ اونچی ذات کے ہندوؤں کے درمیان بٹے ہوئے ہیں ۔ اور کس حد تک وہ ان پر نربھر ہیں ۔جہاں تک ہندوازم کا تعلق ہے ۔ جداگانہ انتخابات ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے ۔اور اس میں انتشار پیدا کر دیں گے ۔میں ان جماعتوں کے معاملہ کو خالص اخلاقی اور مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہوں ۔سیاسی پہلو اہم تو ہے ۔لیکن اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں کے سامنے ان کی کوئی اہمیت نہیں ۔آپ کو یہ یاد کر کے اس مسئلہ پر میرے خیالات کو سمجھنا ہوگا ۔کہ میں بچپن سے ہی ان جماعتوں کی بہبودی کے معاملے میں دلچسپی لیتا ہوں ۔اور کئی دفعہ اپنا سب کچھ ان کی خاطر داؤ پر لگا چکا ہوں ۔میں یہ بات فخریہ طور پر نہیں کہتا ۔میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اونچی ذات کے ہندو چاہے کتنا ہی پشیمان ہوں ۔ پھر بھی انہوں نے صدیوں تک اچھوتوں کو اس ذلیل حالت میں رکھ کر جو گناہ کیا ہے ۔ وہ اس کا کفارہ ادا نہیں کر سکتے ۔لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جداگانہ انتخاب نہ کفارہ ہیں ۔نہ اس ذلت کا علاج ہیں ۔جس کے ماتحت وہ پستے رہے ہیں ۔اس لئے میں بڑے ادب کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں ۔ کہ اگر انہوں نے اچھوتوں کیلئے جداگانہ انتخاب کا فیصلہ کیا ۔ تو میں مرن برت رکھ لوں گا ۔

مجھے اس بات کا بھی تکلیف دہ احساس ہے ۔کہ جیل کے اندر میرے یہ قدم

اٹھانے سے گورنمنٹ کو تکلیف ہوگی۔ اور بہت سے لوگ میرے لئے یہ نامناسب سمجھیں گے۔ کہ میرے جیسی پوزیشن کا مالک سیاسی میدان میں ایسے طریقے رائج کرے۔ جو اور نہیں۔ تو کم از کم گھبراہٹ میں اختیار کئے ہوئے طریقے ضرور بیان کئے جاسکتے ہیں۔ اپنی صفائی میں میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجوزہ اقدام کوئی طریقہ نہیں ہے بلکہ میری زندگی کا لازمی جزو ہے۔ یہ میری ضمیر کی آواز ہے۔ جسے میں رد نہیں کرسکتا۔ چاہے مجھے اپنی عقلمندی کی وہ شہرت بھی قربان کرنا پڑے۔ جو مجھے حاصل ہے۔

میرے خیال میں قید سے میری رہائی بھی میرے برت رکھنے کے فرض کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں کرے گی۔

لیکن پھر بھی مجھے امید ہے۔ کہ میرے سارے خدشات بالکل بے بنیاد ہیں اور برٹش گورنمنٹ اچھوتوں کے لئے جداگانہ انتخاب کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

بہتر ہوگا۔ کہ میں ایک اور بات کا بھی ذکر کردوں۔ جس نے مجھے پریشان کررکھا ہے۔ اور ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے لئے بھی مجھے اسی قسم کا برت رکھنا پڑے۔ یہ سوال موجودہ تشدد کا ہے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب مجھے ایسا دھکا لگے۔ کہ میں کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاؤں۔ میرے خیال میں تشدد حد سے بڑھتا جا رہا ہے۔ سارے ملک میں حکومت کے تشدد کا دور دورہ ہے۔ انگریز اور ہندوستانی تمام افسران وحشی بن چکے ہیں۔ تمام ہندوستانی اسی لئے اخلاقی پستی کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ گورنمنٹ ملک کے ساتھ ان کی غداری کو اور اپنے ہموطنوں پر ظلم کرنے کو ایک نیک چیز سمجھتی ہے۔ عوام مردہ ہو رہے ہیں۔ تقریر کی آزادی ختم ہو چکی ہے۔ قانون اور امن کی جگہ غنڈہ پن کا دور دورہ ہے۔ خدمت عامہ کے لئے میدان میں آئی ہوئی عورتوں کو ہر وقت اپنی عزت کا ڈر ہے۔

اور یہ سب کچھ بظاہر آزادی کی اس سپرٹ کو کچلنے کے لئے کیا جا رہا ہے جس سپرٹ کی کانگرس نمائندگی کرتی ہے۔ تشدد صرف اس بات تک ہی محدود نہیں۔ کہ عام قانون

کی سول خلاف ورزی کی سزا دی جائے۔ یہ تشدد لوگوں کو مجبور کرتا ہے۔ کہ لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے بنائے ہوئے نئے نئے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔

ان ساری سرگرمیوں میں جیسا کہ میں انہیں دیکھتا ہوں۔ مجھے جمہوریت کی کوئی سپرٹ نظر نہیں آتی۔ بلکہ حال ہی میں میرے انگلینڈ کے دورے نے میری اس رائے کی تصدیق کر دی ہے۔ کہ آپ کی جمہوریت یعنی حکومت کا بیان بھی سُن لوں۔ اور اس کے بعد کانگرس کو اپنا مشورہ دوں۔ ان کے تار کے آخری پیرا کے جواب میں میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ میں اپنے ساتھیوں کے اقدامات کے لئے اخلاقی ذمہ داری سے انکار نہیں کرتا۔ چاہے یہ اقدامات یو۔پی میں ہوتے ہوں۔ چاہے وزیٹر میں — لیکن میں یہ اعتراف کرتا ہوں۔ کہ مجھے اپنی غیر حاضری میں اپنے ساتھیوں کے اقدامات اور سرگرمیوں کے متعلق تفاصیل کا علم نہیں تھا۔ اور چونکہ کانگرس ورکنگ کمیٹی کو مشورہ دینا اور اس کی راہنمائی کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ اپنی معلومات کو مکمل کرنے کے لئے نہایت فراخدلی سے کام لیتے ہوئے اور بہترین ارادوں کے ساتھ وائسرائے سے ملاقات کے لئے وقت طلب کیا۔ اور راہنمائی چاہی۔

میں وائسرائے سے اپنی یہ رائے چھپانا نہیں چاہتا۔ کہ اس نے مجھے جو جواب بھیجا ہے۔ وہ میری دوستانہ اور نیک نیتی کے ساتھ کی گئی درخواست کا کوئی موزوں جواب نہیں تھا۔ اور اگر یہ بات بعد از وقت نہ ہو چکی ہو۔ تو میں وائسرائے سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ اور بحث کو ایک مخصوص دائرے تک محدود رکھنے یا گفت وشنید پر پابندیاں عائد کئے بغیر مجھے ایک دوست کے طور پر ملیں۔ اور اپنی طرف سے میں یقین دلا سکتا ہوں۔ کہ وہ میرے سامنے جو بھی حقائق رکھیں گے۔ میں غیر متعصبانہ طور پر ان پر غور کروں گا۔ میں بلا تامل اور بڑی خوشی سے متعلقہ صوبوں میں جاؤں گا۔ حکام کی امداد کے ساتھ مسائل کے دونوں پہلوؤں کا مطالعہ کروں گا۔ اور اگر اس قسم کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ لوگ غلطی پر تھے۔ اور ورکنگ کمیٹی کو نیز مجھے اپنی پوزیشن

کے متعلق گمراہ کیا گیا ہے۔ اور گورنمنٹ راستی پر تھی۔ تب مجھے کھلم کھلا اس بات کا اعتراف کرنے اور کانگرس کو اس کے مطابق مشورہ دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوتی۔

جہاں میں حکومت کے ساتھ تعاون کرنے کی خواہش اور رضامندی رکھتا ہوں وہاں ساتھ ہی میں اپنے تعاون کی حدود بھی وائسرائے کے سامنے رکھ دینا چاہتا ہوں عدم تشدد پر میرا قطعی اعتقاد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی جمہوریت محض مصنوعی ہے۔ بڑے بڑے ضروری مسئلوں میں چند افراد اور گروپ پارلیمنٹ سے پوچھے بغیر فیصلے کر لیتے ہیں۔ اور ممبران پارلیمنٹ بلا سوچے سمجھے ان کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ مصر اور سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے متعلق فیصلے اسی طرح کئے گئے۔ اور اسی طرح ہندوستان کے متعلق فیصلہ کیا گیا۔ میری روح اس خیال کے خلاف بغاوت کرتی ہے۔ کہ جمہوری کہلانے والے نظام میں ایک شخص کو ۳۰ کروڑ قدیم لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا لامحدود اختیار رہو۔ اور ایسی کے فیصلوں کو تباہ کن خوفناک طاقتوں کے ذریعہ عمل میں لایا جائے۔ میری رائے میں یہ صورت حال جمہوریت کے بالکل منافی ہے۔

اب دونوں قوموں کے آئندہ تعلقات کو اور بھی تلخ کئے بغیر تشدد کے اس عمل کو مزید جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ اب سوال میری ذمہ داری اور سوچ کا ہے۔ کہ کہاں تک اسے روک سکتا ہوں۔ ایسا سول نافرمانی کو ختم کر کے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تو میرے لئے ایک مذہبی عقیدہ ہے۔ میں اپنے آپ کو فطرتاً جمہوریت پسند سمجھتا ہوں۔ جمہوریت کے متعلق میرا جو تصور ہے۔ اس کے مطابق جمہوریت کو اپنا فیصلہ منوانے کے لئے جسمانی طاقت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے میں سول نافرمانی کو جسمانی طاقت کا موزوں بدل سمجھتا ہوں۔ جو اس جگہ استعمال کیا جانا چاہئے۔ جہاں موخرالذکر کا استعمال ضروری یا جائز سمجھا جائے۔ یہ عملی قربانیاں کرنے کا علم ہے۔ اور اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ کہ ضرورت کے وقت ستیہ آگرہی کو اپنی جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہئے۔ وہ وقت ابھی میرے لئے نہیں آیا۔ مجھے ابھی میری ضمیر نے ایسی صدا

نہیں دی ہے۔ جسے میں نظر انداز کر سکوں۔ لیکن دُنیا میں میرے اردگرد جو کچھ ہو رہا ہے۔ انہوں نے میری رُوح کو پریشان کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کو اچھوتوں کے مسئلے پر برت رکھنے کے امکان کا ذکر کرتے ہوئے میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ اگر میں آپ کو یہ نہ بتا دوں کہ ایک اور مسئلہ پر بھی برت کا امکان موجود ہے۔ جو کہ بہت موہوم نہیں۔ میری طرف سے یہ فریب ہو گا۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ میں نے اس ساری خط و کتابت کے متعلق مکمل رازداری سے کام لیا ہے۔ بیشک سردار ولبھ بھائی پٹیل اور شری مہادیو ڈیسائی جو یہاں آ گئے ہیں۔ اس کے متعلق جانتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس خط و کتابت کو کسی طرح استعمال کرنا چاہیں۔ تو آپ کو ایسا کرنے کی آزادی ہے

ریمزے میکڈانلڈ کے نام

مرن برت

پیارے دوست! اس میں کوئی شک نہیں کہ سر سیموئیل ہور نے اچھوتوں کی نمائندگی کے سوال پر میرا ۱۱ مارچ کا خط آپ کو اور وزارت کو دکھا دیا ہوگا۔ اسے بھی اسی خط کا ایک حصہ سمجھئے۔ اور دونوں کو باہم ملا کر پڑھئے۔

میں نے اقلیتوں کے متعلق برٹش گورنمنٹ کے فیصلہ کو پڑھا ہے۔ اور اچھی طرح اس پر غور کیا ہے۔ میں نے سر سیموئیل ہور کو جو خط لکھا تھا۔ اور ۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء کو سینٹ جیمز محل میں گول میز کانفرنس کی اقلیت سب کمیٹی کی میٹنگ میں جو اعلان کیا تھا۔ اس کے مطابق مجھے تا حیات اس فیصلہ کی مخالفت کرنا ہے۔ ایسا کرنے کے لئے میں صرف یہی طریقہ اختیار کر سکتا ہوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے خوراک ترک کر دوں۔ اور نمک کے ساتھ یا نمک کے بغیر پانی اور سوڈا کے علاوہ کچھ اور نہ کھاؤں پیوں۔ یہ برت اسی صورت میں ختم ہوگا۔ جبکہ برٹش گورنمنٹ اس کے دوران میں خود بخود یا رائے عامہ کے دباؤ کے ماتحت اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور اچھوتوں کو جداگانہ انتخاب کے ذریعہ نمائندگی دینے کے متعلق اپنے فیصلہ کو بدل دے۔ اور یہ فیصلہ کر دے۔ کہ ان کے نمائندے مشترکہ انتخاب کے ذریعہ منتخب کئے جائیں گے۔ چاہے ووٹروں کی صفات کو کتنا ہی گھٹا دیا جائے۔

مجوزہ برت ۲۰ ستمبر کی دوپہر سے شروع ہوگا۔ بشرطیکہ گورنمنٹ اپنے فیصلہ میں اس طرح تبدیلی نہ کر دے۔

میں حکام سے درخواست کر رہا ہوں۔ کہ یہ خط بحری تار کے ذریعہ آپ کو پہنچا دیں۔ تاکہ آپ کو کافی نوٹس مل جائے۔ بہر صورت اگر یہ سست ترین رفتار سے بھی جائے۔ تب بھی کافی وقت ہے۔

میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں۔ کہ یہ خط اور سر سیموئیل ہور کے نام سابقہ خط

ہر دو شائع کر دیئے جائیں - اور یہ کام جلد از جلد کیا جائے - جہاں تک میرا تعلق ہے - میں نے جیل کے قوانین کی پوری تعمیل کی ہے - اور اپنے ارادوں نیز ان خطوط کے مضامین سے اپنے دو ساتھیوں سردار پٹیل اور مسٹر مہادیو ڈیسائی کے سوا کسی اور کو مطلع نہیں کیا - لیکن میں چاہتا ہوں کہ اگر ممکن ہو سکے - تو رائے عامہ کو میرے خطوط سے متاثر ہونے کا وقت ملنا چاہیئے - اس لئے میں ان کی جلد از جلد اشاعت کے لئے درخواست کرتا ہوں -

مجھے اپنے اس فیصلہ پر افسوس ہے - لیکن بہ حیثیت ایک مذہبی انسان میرے سامنے اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں - جیسا کہ میں سر سیموئیل ہور کے نام اپنے خط میں لکھ چکا ہوں - اگر برٹش گورنمنٹ اپنی پریشانی سے بچنے کے لئے مجھے رہا بھی کر دے - تو بھی میرا برت جاری رہے گا - کیونکہ اب مجھے کسی اور طریقہ سے اس فیصلہ کی مزاحمت کرنے کا موقعہ نہیں - نہ ہی مجھے با عزت ذرائع کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے اپنی رہائی حاصل کرنے کی خواہش ہے -

ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو - اور میں جداگانہ انتخاب کو اچھوتوں کے لئے اور ہندو ازم کے لئے نقصان دہ سمجھنے میں غلطی کر رہا ہوں - اس صورت میں میں اپنے فلسفۂ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے متعلق بھی غلطی پر ہی ہونگا - اس صورت میں مرن برت کے ذریعہ میری موت میری غلطی کا کفارہ بھی ہو گی - اور ان بیشمار عورتوں اور مردوں کے دلوں سے بھی ایک بوجھ سا اتر جائیگا - جو بچوں کی طرح مجھ پر اعتقاد رکھتے ہیں - لیکن اگر میرا سوچنا ٹھیک ہو - جیسا کہ میں سمجھتا ہوں - تو مجوزہ قدم محض زندگی کی اس سکیم کی ہی تکمیل ہے - جس پر میں ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ سے عمل کر رہا ہوں - حالانکہ مجھے کوئی اہم کامیابی نصیب نہیں ہو سکی ہے -

مسٹر ایم۔ اے جناح کے نام

آپ کا اب وہ جذبۂ حبِّ وطن کدھر گیا؟

۱۹۳۸ء میں کانگرس لیڈروں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی بہت بڑی کوشش کی تاکہ لیگ اور کانگرس میں سمجھوتہ کرایا جا سکے اور ہندو مسلم مسئلہ کو حل کیا جا سکے۔ لیکن مسٹر جناح نے اس بات پر اصرار کیا۔ کہ دونوں جماعتوں میں کوئی بھی سمجھوتہ ہونے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ پہلے کانگرس اس بات کو تسلیم کرے۔ کہ مسلم لیگ ہی ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور مصدقہ سیاسی انجمن ہے۔ چنانچہ گفت و شنید ناکام رہی۔ اس گفت و شنید کے دوران میں گاندھی جی نے مسٹر جناح کو مندرجہ ذیل خط لکھا:-

ڈیر مسٹر جناح! پنڈت نہرو نے کل مجھے بتایا۔ کہ آپ مولانا صاحب سے شکایت کر رہے تھے۔ کہ آپ نے میرے ۱۹ر اکتوبر کے خط کے جواب میں مجھے جو خط ۵ر نومبر کو تحریر کیا تھا۔ میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ آپ کا خط مجھے اس وقت ملا۔ جب میں کلکتہ میں بیمار تھا اور ڈاکٹروں نے میری حالت کو نازک قرار دیا ہوا تھا۔ خط موصول ہونے کے تین دن بعد آپ کا خط مجھے دکھایا گیا۔ اگر میں سمجھتا۔ کہ اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ تو بیمار رہنے کے باوجود میں جواب دے دیتا۔ میں نے دو مرتبہ آپ کا خط پڑھا۔ اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی مفید بات نہیں تھی۔ جو میں آپ کے خط کے جواب میں لکھتا۔ لیکن پھر بھی مجھے خوشی ہے۔ کہ آپ میرے جواب کے منتظر ہیں۔ میرا جواب حاضر ہے۔ مسٹر کھیر نے مجھے قطعی طور پر بتایا۔ کہ وہ آپ کی طرف سے ایک پیغام لائے ہیں۔ یہ پیغام انہوں نے اس وقت مجھے دیا۔ جب کہ میں اکیلا تھا۔ میں اس

کے جواب میں آپ کو زبانی پیغام بھیج سکتا تھا۔ لیکن آپ کو اپنی ذہنی حالت کا ٹھیک نقشہ دینے کے لئے میں نے آپ کو ایک مختصر سا رقعہ بھیج دیا۔ اس میں چھپانے کی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا اور اب بھی محسوس کرتا ہوں۔ کہ جس طرح آپ نے اسے استعمال کیا۔ اس سے مجھے افسوسناک حیرت ہوئی۔

آپ کو میری خاموشی کے متعلق شکایت ہے۔ لیکن اپنی خاموشی کی وجہ میں نے رقعہ میں بیان کر دی تھی۔ مجھ پر یقین رکھو جس لمحہ بھی میں دونوں فرقوں کو اکٹھا کرنے کے لئے کچھ کر سکوں گا۔ دنیا کی کوئی چیز مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکے گی۔ آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ آپ کی تقریر اعلان جنگ کے مترادف تھی۔ لیکن آپ کے بعد کے بیانات نے بھی میرے پہلے تاثرات کی تائید کی۔ یہ سوال تو احساس کا ہے اس کے ثابت کرنے کا سوال ہی نہیں۔ میں آپ کی تقریر میں وہ پرانی قوم پرستی کی جھلک نہیں پاتا۔ جو میں نے ۱۹۱۵ء میں جنوبی افریقہ سے واپس آنے پر دیکھی تھی۔ اس وقت ہر شخص آپ کو کٹر قوم پرست سمجھتا تھا۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آپ سے بہت ہی امیدیں وابستہ تھیں۔ کیا آپ اب بھی وہی مسٹر جناح ہیں؟ اگر آپ اب بھی اثبات میں جواب دیں۔ تو میں آپ کی تقریروں کے باوجود آپ کی بات مان لوں گا۔

آپ چاہتے ہیں کہ میں کوئی تجویز پیش کروں۔ میں اس کے سوا کیا تجویز کر سکتا ہوں کہ ہاتھ جوڑ کر اور گھٹنے ٹیک کر آپ سے درخواست کروں۔ کہ آپ وہی کچھ بن جائیں۔ جو آپ میرے خیال کے مطابق پہلے تھے۔ اس کے علاوہ جو بھی تجویز دونوں فرقوں کے اعتماد کی بنیاد بن سکتی ہے۔ وہ یقیناً آپ کی طرف سے ہی پیش ہونی چاہئے۔

یہ خط بھی اشاعت کے لئے نہیں صرف آپ کے لئے ہے۔ یہ ایک دوست کا خط ہے۔ دشمن کا نہیں۔

آپ کا صادق

ایم۔ کے۔ گاندھی

مارشل چیانگ کائی شیک کے نام

اگست ۱۹۴۲ء میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی میٹنگ سے کچھ ہی دیر پیشتر جبکہ غیر ملکی راج کے خلاف ہندوستان کا دوسرا مسلح انقلاب شروع ہوا۔ گاندھی جی نے چین کے پریذیڈنٹ مارشل چیانگ کائی شیک کو مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔ اس خط میں گاندھی جی نے ایشیا کے دو عظیم ملکوں ہندوستان اور چین کے مابین اتحاد کی زبردست خواہش ظاہر کی۔ مہاتما جی نے جنرل چیانگ کے شک کو مخاطب کرتے ہوئے یقین دلایا۔ کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے جاپانیوں کو روکنا چاہتے ہیں اور متشدد غیر ملکی حکومت کے خلاف ہندوستان کی جدوجہد بھی اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی شروع کی جائیگی۔ کہ چین کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ گاندھی جی نے اس خط میں جاپانیوں کے خلاف چینیوں کی بہادری کی تعریف کی۔ لیکن ساتھ ہی ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے لئے چین کی اخلاقی حمایت کے لئے بھی درخواست کی۔ وہ خط حسب ذیل ہے۔

آزاد ہند ــــــ آزاد چین

پیارے جرنیل! کلکتہ میں مجھے آپ کے اور آپ کی زوجہ محترمہ کے ساتھ ۵ گھنٹہ تک قربت کا جو موقعہ ملا۔ میں اس کو کبھی بھلا نہیں سکتا۔ مجھے ہمیشہ آپ کی آزادی کی جدوجہد کی طرف ایک فطری کشش رہی ہے۔ اور ہماری کلکتہ کی ملاقات نے چین اور اس کے مسائل کو ہم سے اور بھی زیادہ نزدیک کر دیا۔ بہت عرصہ ہوا جب کہ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۳ء کے درمیانی عرصہ میں میں جنوبی افریقہ میں تھا۔ تو اس وقت بھی میں جوہانسبرگ کی چھوٹی سی چینی نوآبادی کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ اس سے پہلے میری ملاقات موکلوں کی حیثیت کی بھی اور

کے بعد جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی ستیہ آگرہ کی جدوجہد میں وہ میرے ساتھی تھے۔ ماریشش میں بھی میرا ان کے ساتھ ربط و ضبط رہا۔ اس طرح میں ان کی کفایت شعاری۔ جفاکشی۔ دُور اندیشی اور اندرونی اتحاد کا مداح بن گیا۔ بعد میں بھی چند سال تک میرا ایک نہایت اچھا چینی دوست میرے ساتھ رہتا رہا۔ اور ہم سب اسے پسند کرنے لگ گئے۔

اس طرح میں آپ کے عظیم ملک کے ساتھ بڑی ہمدردی رکھتا آیا ہوں۔ اور آپ کی شاندار جدوجہد میں میری اور میرے ہموطنوں کی ہمدردی آپ کے ساتھ رہی ہے پنڈت جواہرلال جو ہم دونوں کے دوست ہیں۔ اور چین کے ساتھ جن کی وابستگی اپنے ملک سے کچھ ہی کم ہوگی۔ انہوں نے مجھے چینیوں کی جدوجہد کے تمام مراحل سے آگاہ رکھا ہے۔ اس لئے میری چین کے متعلق یہ صدق دلانہ خواہش ہے۔ کہ دونو ملک ایک دُوسرے کے نزدیک آئیں۔ اور باہمی مفاد کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ ان کے پیش نظر میں آپ کے سامنے اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ برٹش طاقت سے ہم نے ہندوستان چھوڑ جانے کی جو اپیل کی ہے اس کا مطلب کسی بھی صورت میں یہ نہیں۔ کہ جاپانیوں کے خلاف ہندوستان کے ڈیفنس کو کمزور کیا جائے۔ یا آپ کو اپنی جدوجہد میں پریشان کیا جائے۔ ہندوستان کو کسی بھی ظالم حملہ آور کے خلاف نہیں جھکنا چاہئے۔ اس کے خلاف مقابلہ کرنا نہایت اہم ہے۔ میں اپنے ملک کی آزادی کی خاطر آپ کی آزادی کو خطرے میں ڈالنے کا گناہ نہیں کروں گا۔ میرے سامنے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ میرے دماغ میں یہ بالکل صاف ہے۔ کہ ہندوستان اس طریقے سے اپنی آزادی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہندوستان یا چین دونو میں سے کسی بھی ملک پر جاپان کا قبضہ دُوسرے ملک کے لئے اور دُنیا کے امن کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اس لئے ضروری ہے کہ جاپان کو اس قسم کی فتح سے محروم رکھا جائے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان اس کام میں اپنا موزوں اور مناسب پارٹ ادا کرے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان جب تک غلام ہے۔ ایسا نہیں کر سکتا
ملایا۔ سنگاپور اور برما سے برٹش فوجوں کی پسپائی کو ہندوستان بے بسی کے ساتھ
دیکھتا رہا۔ ہمیں ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے۔ اور ہر ممکن ذرائع سے جو ہمیں
حاصل ہیں۔ اس قسم کے واقعات کے اعادہ کو روکنا چاہیئے۔ لیکن جب تک ہم آزاد
نہ ہوں۔ ہم ان واقعات کے اعادہ کو روکنے کے لیئے کچھ نہیں کر سکتے۔ اور ہو سکتا ہے
کہ یہی عمل پھر دوہرایا جائے۔ جس سے ہندوستان اور چین کو خوفناک نقصان پہنچے۔
میں اس غم کی کہانی کا اعادہ نہیں چاہتا۔

ہم نے امداد کی جو پیش کش کی ہے۔ برٹش گورنمنٹ بار بار اسے رد کر چکی ہے۔
اور حال ہی میں کرپس مشن کی ناکامی نے ایک ایسا گھاؤ لگایا ہے۔ جس سے اب بھی خون
بہہ رہا ہے۔ اس درد سے ہی "ہندوستان چھوڑ دو" کا نعرہ بلند ہو رہا ہے۔ تاکہ ہندوستان
اپنی حفاظت کر سکے اور چین کی بھی زیادہ سے زیادہ امداد کر سکے۔

میں نے آپ کو بتایا تھا۔ کہ عدم تشدد میں میرا اعتقاد ہے۔ اور میں سمجھتا
ہوں کہ اگر تمام قوم اس راستہ پر واپس آ جائے۔ تو یہ طریقہ موثر ثابت ہو سکتا ہے۔
میرا یہ وشواس اب بھی اسی طرح قائم ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ بحیثیت مجموعی
ہندوستان آج وہ وشواس اور اعتقاد نہیں رکھتا۔ اور آزاد ہندوستان میں حکومت
قوم کے مختلف فرقوں پر مشتمل ہوگی۔

آج سارا ہندوستان مایوسی اور بے بسی کا شکار ہے۔ ہندوستانی فوج زیادہ تر ان لوگوں
پر مشتمل ہے۔ جو اقتصادی دباؤ کے ماتحت فوج میں شامل ہوئے ہیں۔ وہ اپنے دل میں کسی
اصول کے ساتھ محبت نہیں رکھتے۔ اور کسی بھی معنی میں وہ قومی فوج نہیں کہی جا سکتی۔
ہم میں سے جو لوگ کسی اصول کی خاطر اور چین و ہندوستان کی خاطر تشدد و عدم تشدد کے
ذریعہ قربانی دینا چاہتے ہیں۔ وہ غیر ملکی غلامی کے ماتحت اپنی مرضی کے مطابق عمل نہیں
کر سکتے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ہموطن یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آزاد ہندوستان صرف
اپنے لیئے ہی نہیں بلکہ چین کے اور عالمگیر امن کے لیئے بھی فیصلہ کن پارٹ ادا کر سکتا

ہے۔ میری طرح اور بہت سے لوگوں کو احساس ہے۔ کہ اس بے بسی کی حالت میں پڑے رہنا اور اس صورت میں حالات کو اپنے پر غالب آ جانے کی اجازت دینا جب کہ موثر عمل کا راستہ کھلا ہے۔ موزوں نہیں ہے۔ اس لئے وہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ آزادی اور عمل کی وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے جس کی اتنی اشد ضرورت ہے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس لئے میں نے برٹش حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ فوراً ہندوستان اور برطانیہ کے غیر قدرتی تعلق کو ختم کر دے۔

اگر ہم ایسی کوشش نہ کریں۔ تو یہ خطرہ ہے کہ ہندوستان کی رائے عامہ غلط اور نقصان دہ راستہ پر گامزن ہو جائے گی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ ہندوستان میں برطانیہ کو کمزور کرنے اور آزادی حاصل کرنے کا جذبہ اندر ہی اندر جاپان کے ساتھ ہمدردی کے جذبہ میں بدل جائے۔ اور اس وقت ہمارے دلوں میں اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے دوسروں کے محتاج نہ ہوتے ہوئے خود آزادی حاصل کرنے کی جو قابلیت اور ولولہ موجود ہے۔ وہ بھی ختم ہو جائیگا۔ اور اس کی جگہ جاپان کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ لے لے گا۔ ہمیں آتم وشواس اور آزادی کے حصول کے لئے ذاتی طاقت پیدا کرنا ہے۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب ہم غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک عظیم کوشش کریں۔ اس وقت دنیا کی آزاد قوموں کی صفوں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے ہماری آزادی ایک فوری ضرورت بن گئی ہے۔

اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے کہ ہم ہر قیمت پر جاپان کو روکنا چاہتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس بات کے لئے تیار ہوں۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ آزاد ہندوستان کی حکومت بھی اس بات کے لئے تیار ہوگی۔ کہ اتحادی طاقتیں ہمارے ساتھ معاہدہ کر کے اپنی فوجیں ہندوستان میں رکھیں۔ اور جاپانی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندوستان کو اڈہ کے طور پر استعمال کریں۔

میں آپ کو یہ یقین دلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہ نئی تحریک کے بانی کی حیثیت سے میں جلد بازی میں کوئی قدم اٹھاؤں گا۔ اور جس قسم کے اقدام کی میں تائید کرتا ہوں

وہ اس بات کو سامنے رکھ کر ہی طے ہوگا۔ کہ اس سے ہندوستان کو نقصان نہ پہنچے اور ہندوستان یا چین پر جاپانی حملہ کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔ میں اپنی ایک تجویز کے حق میں رائے عامہ کا عالمگیر تعاون حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ میری رائے میں بالکل ٹھیک ہے۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان اور چین کا ڈیفنس زیادہ مضبوط ہو جائیگا میں ہندوستان کی رائے عامہ کو اس بارے میں ترغیب دے رہا ہوں۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی مشورہ کر رہا ہوں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں برٹش گورنمنٹ کے خلاف جس بھی تحریک سے متعلق ہوں گا۔ وہ بالکل غیر متشدد ہوگی۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں کہ برٹش حکومت کے ساتھ ٹکر نہ ہو۔ لیکن اگر آزادی کے حصول کے لئے جو اس وقت فوری ضرورت بن گئی ہے یہ ٹکر ناگزیر ہوگئی۔ تو میں ہر قسم کا خطرہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ چاہے یہ کتنا ہی بڑا خطرہ ہے۔

عنقریب ہی آپ کو جاپانی حملہ کے خلاف جنگ اور اس سے ملحق تمام مصائب اور تکالیف کو جو آپ پر نازل ہوئی ہیں پانچ سال ہو جائیں گے۔ مجھے چین کے لوگوں کے ساتھ گہری ہمدردی ہے۔ اور اپنے ملک کی آزادی اور یکجہتی کے لئے بیشمار مشکلات کے مقابلہ میں انہوں نے جو بہادری دکھائی ہے اور جو قربانیاں کی ہیں۔ میں ان کا مداح ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بہادری اور قربانی ضائع نہیں جائے گی۔ ان کا پھل لانا لازمی ہے۔ آپ کو۔ میڈم چانگ کائی شیک کو اور چینی لوگوں کو میں آپ کی کامیابی کے لئے ٹھیک خواہشات ارسال کرتا ہوں۔ میں اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب آزاد ہندوستان اور آزاد چین برادرانہ طور پر مل کر اپنی بہتری۔ بلکہ سارے ایشیا کی بہتری اور پھر ساری دنیا کی بہتری کے لئے اکٹھے کام کریں گے

اہلِ امریکہ کے نام

"اگست کا انقلاب شروع ہونے سے چند روز پہلے ۳ر اگست ۱۹۴۲ء کو گاندھی جی نے مندرجہ ذیل خط امریکنوں کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں گاندھی جی نے امریکہ کے لوگوں کو پیغام دیا تھا۔ کہ وہ ہندوستان کے قومی لیڈروں کے خلاف جن میں گاندھی جی خود بھی شامل ہیں۔ برطانیہ کے گمراہ کن پراپیگنڈہ سے متاثر نہ ہوں۔ بلکہ سچائی کو جھوٹ سے علیحدہ کرتے ہوئے آزادی کے لئے ہندوستان کے مطالبہ کی اخلاقی طور پر حمایت کریں"

برطانوی پراپیگنڈہ سے گمراہ نہ ہو جایئے!

میں دعوے کرتا ہوں کہ میں بچپن سے ہی سچائی کا علمبردار رہا ہوں۔ میرے لئے یہ بات بالکل قدرتی تھی۔ خدا کی یاد میں میری تلاش نے مجھے یہ سبق سکھایا۔ کہ "سچائی ہی خدا ہے" اس اصول کو اپنا کر میں روبرو خدا کو دیکھنے لگا میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ وہ میری نس نس میں چھپا ہوا ہے۔ اس ایشور کو آپ کے اور اپنے درمیان گواہ ٹھہراتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں اپنے ملک کو برطانیہ کے سامنے "ہندوستان چھوڑ دو" کا مطالبہ رکھنے کا مشورہ نہ دیتا۔ چاہے لوگ کتنا ہی زور لگاتے۔ بشرطیکہ میں نے اس بات کو فوراً ہی نہ بھانپ لیا ہوتا۔ کہ خود برطانوی اور اتحادی مفاد کی خاطر بھی برطانیہ کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ہندوستان کو غلامی سے آزاد کر دے۔

اس حقیقی منصفانہ کارنامے کے بعد برطانیہ ہندوستان کی ساری بے چینی کو بالکل ختم کر سکتا تھا۔ وہ بڑھتی ہوئی مخاصمت کو دوستی میں بدل سکتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کی یہ دوستی اس ساری طاقت سے زیادہ اہم ہوتی۔ جو آپ کے جادوگر انجنیر اور تمام مالی ذرائع جنگی جہازوں اور ہوائی جہازوں کی صورت میں مہیا کر سکتے ہیں۔

میں جانتا ہوں۔ کہ خود غرض طاقتوں نے آپ کے کانوں میں اس کے برعکس پراپیگنڈہ

کیا ہے اور کانگرس کی پوزیشن کو بالکل غلط طور پر پیش کیا ہے ۔میرے متعلق بتایا گیا ہے ۔کہ میں مکار ہوں اور در اصل برطانیہ کا دشمن ہوں ۔میری قابلِ تعریف قوت برداشت کی جمہوری سپرٹ کو ضعیف الاعتقادی بیان کیا گیا ہے ۔ اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔کہ میں بالکل نا قابلِ اعتبار ہوں ہیں اس خط میں اپنے بیانات کی تائید میں ثبوت دیتے ہوئے اسے خواہ مخواہ طوالت نہیں دوں گا ۔کیوں کہ اگر میری طرف امریکیوں کا اعتماد اس وقت میرے کام نہیں آ سکتا ۔تو میں جو کچھ بھی اپنی صفائی میں کہوں وہ کسی کو بھی یقین دلانے کے نا قابل ہو گا ۔آپ اس وقت کی جدو جہد میں برطانیہ کے ساتھی ہیں ۔اس لئے برطانیہ کے نمائندے ہندوستان میں جو کچھ کریں ۔آپ اس کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے ۔اگر آپ ہر وقت سچائی اور جھوٹ میں امتیاز کر کے سچائی کو نہیں سمجھ سکتے ۔ تو آپ اتحادیوں کے مفاد کو بڑا نقصان پہنچا رہے ہیں ۔ذرا غور کیجئے کہ کیا کانگرس کا یہ مطالبہ غلط ہے ۔ کہ ہندوستان کی آزادی کو فوراً تسلیم کیا جائے ؟ کہا جاتا ہے کہ ابھی اس بات کا وقت نہیں ہے ۔ہم کہتے ہیں کہ ذہنی طور پر یہی موزوں ترین وقت ہے ۔کیوں کہ اس صورت میں اور صرف اسی صورت میں جاپانی حملہ کا کامیاب مقابلہ کیا جا سکتا ہے ۔اس سے ہندوستان کو تو فائدہ ہے ہی مگر ساتھ ہی اتحادیوں کو بھی کوئی کم فائدہ نہیں ۔اس بات کو تسلیم کرنے میں جو بھی مشکلات ہوں ۔ کانگرس نے ان سب کو دیکھ کر ہی ان کا انتظام کر لیا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہندوستان کی آزادی کو فوراً تسلیم کرنے کے اقدام کو اول درجہ کے فوجی اقدام میں سے اہم ترین تصور کریں ۔

لارڈ لنلتھگو کے نام

پہلا خط

(ہندوستان میں اگست ۱۹۴۲ء کی گڑبڑ کے دوران میں مہاتما گاندھی نے اس وقت کے وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو کو چند خطوط لکھے۔ حکومت ہند نے اپنے درونِ ملک و بیرونِ ملک پراپیگنڈے میں اگست گڑبڑ کی تمام تر ذمہ داری کانگرسی لیڈروں پر ڈالی جبکہ قوم پرستانہ حلقے متفقہ طور پر اعلان کر رہے تھے۔ کہ یہ قضیہ حکومت کی تشدد آمیز پالیسی کا نتیجہ ہے۔ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ملک عوامی اشتعال سے بھڑکا ہوا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہندی قوم نے "کامیابی یا موت" کا آخری فیصلہ کر لیا تھا۔ حکومت اس تحریک کو کسی نہ کسی طرح کچل دینے پر تلی ہوئی تھی۔ انہی مایوس کن حالات میں گاندھی جی نے مندرجہ ذیل خط لارڈ لنلتھگو کو لکھا۔ جس میں کانگرس کی تحریک کے خلاف پاس کی گئی حکومتی قرارداد پر مفصل تنقید کی۔ اگرچہ اس گڑبڑ کو عدم تشدد کی اس عظیم روایت کے جو کانگرس نے ملک کے لیئے قائم کی تھی۔ خلاف سمجھتے ہوئے اس پر اظہار افسوس کیا گیا لیکن اس بات سے انکار کیا گیا۔ کہ یہ شورش کانگرس راہنماؤں کی مجوزہ تھی)

غلطی کِس کی؟

ڈیر لارڈ لنلتھگو!

حکومتِ ہند نے بے سوچے سمجھے یہ بحران شروع کر کے غلطی کی ہے۔ اس اقدام کا جواز پیش کرنے والی حکومتی قرارداد غلط بیانیوں سے بھرپور ہے۔ آپ کے ہندوستانی مصاحبوں کی رائے آپ کے ساتھ ہے۔ لیکن ہندوستان میں آپ کو ایسے لوگوں

کی خدمات ہمیشہ مل سکتی ہیں۔ بلکہ یہ تعاون ملک پر روا رکھی گئی بے انصافی کا ایک اور ثبوت ہے۔ جس کے پیش نظر جبری قوانین کے تدارک کا مطالبہ اور بھی جائز معلوم ہوتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ عوام اور سیاسی پارٹیاں کیا کہتی ہیں۔

حکومت ہند کو کم از کم اس وقت تک تو انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ جب تک کہ میں تحریک عوام شروع کرتا۔ میں اعلانیہ بیان دے چکا ہوں۔ کہ عملی اقدام سے پہلے میں آپ کو خط لکھنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ یہ خط کانگرس کے قضیے کے بے لاگ مطالعہ کیلئے اپیل ہوتا۔ جیسا کہ آپ مانتے ہیں۔ کانگرس نے اپنے مطالبات کی منظوری کی امید میں اپنی ہر خامی کو جو مطلع کی گئی دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ پس اگر آپ موقع دیتے تو میں ہر دقت کو دور کر سکتا تھا۔ حکومت کے جلد بازانہ اقدام سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ڈرتی تھی کہ جس احتیاط اور دلجمعی سے کانگرس ڈائریکٹ ایکشن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ دنیا کی رائے کو اپنے حق میں نہ کرلے اور اس طرح حکومت کی طرف سے کانگرس کے مطالبے کو ٹھکرانے کی وجوہات کے کھوکھلے پن کو ظاہر نہ کر دے۔ یقیناً حکومت کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی قرارداد پاس ہو جانے کے بعد شکروار یا سنیچروار کی رات کو میری تقریروں کی مستند رپورٹ کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ آپ اس وقفے کا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ اور کانگرس کے مطالبے کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کر سکتے تھے۔

قرارداد میں لکھا ہے:۔۔۔" حکومت ہند نے نہایت صبر کیسا تھ انتظار کیا ہے کہ بہتر مشورے عوام کو دیئے جائیں۔ لیکن ان کی امید بر نہیں آئی۔" میرے خیال میں "بہتر مشوروں" سے یہاں مراد کانگرس کا اپنے مطالبات آزادی کو ترک کر دینا ہے۔ یہ حکومت جو ہندوستانی آزادی کی ضامن ہے۔ ایک جائز مطالبے کے ترک کئے جانے کی امید کیوں رکھتی ہے؟ کیا یہ کوئی ایسا چیلنج ہے جس کا جواب مطالبہ کرنے والی جماعتوں سے پُرامن گفت و شنید کی بجائے جبر و تشدد سے ہی دیا جا سکتا تھا؟ کیا میں یہ عرض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ اس مطالبے کے قبول کر لینے سے ہندوستان میں بے چینی پھیل جانے کی توقع رکھنا محض غلط فہمی ہے۔ کانگرس کے جائز مطالبات کے

ٹھکرائے جانے کی وجہ سے قوم و ملک کا نظم و نسق درہم برہم ہو گیا ہے۔ کانگرس ہندوستان کو اتحادی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

قرارداد میں مذکور ہے:۔ "گورنر جنرل پچھلے چند دنوں سے کانگرس کے غیر آئینی اور پر تشدد اقدامات کی خطرناک تیاریوں سے بھی باخبر ہے۔ ان اقدامات کا مدعا ذرائع رسل و رسائل اور رفاہِ عامہ کی خدمات میں مداخلت کرنا۔ ہڑتالوں کی تنظیم۔ وفادار سرکاری ملازموں سے ساز باز کرنا اور بھرتی وغیرہ و دیگر دفاعی طریقوں میں دست اندازی کرنا ہے۔" یہ انتہا درجہ کی غلط بیانی ہے۔ کسی مرحلے پر بھی ہمارے دل میں تشدد کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ گورنمنٹ نے کانگرس کے عدم تشدد پر مبنی اقدام کی وضاحت نہایت غلط اور گمراہ کن کی ہے۔ کانگرسی حلقوں میں ہر بات پر کھلم کھلا بحث ہوتی۔ چونکہ کچھ بھی پوشیدہ طور سے کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

اگر میں آپ کو اس ملازمت کو چھوڑ دینے کے لئے کہوں جس سے برطانوی عوام کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو یہ آپ کی وفاداری پر ناجائز اثر کیونکر ہے۔

کانگرسی رہنماؤں کے پس پشت گمراہ کن بیانات شائع کرنے کی بجائے حکومت کو اطلاع پاتے ہی ان خطرناک اقدامات کے لئے ذمہ دار جماعتوں کو سزا دینی چاہئے تھی۔ یہ طرز عمل بہتر ہوتا۔ قرارداد میں غیر مصدقہ الزامات لگانے سے تو حکومت بددیانتی کے جرم کی مرتکب ہوتی ہے۔

کانگرسی تحریک کا مقصد تو محض لوگوں کو متوجہ کرانے کے لئے ان میں کافی جذبۂ قربانی پیدا کرنا تھا۔ اس سے مدعا یہ دکھانا تھا۔ کہ اسے کس درجہ عوام کی حمایت حاصل ہے۔ کیا ایسے وقت میں عوام کی اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کرنا جو سراسر عدم تشدد پر مبنی تھی۔ دانشمندی تھا؟

حکومتی قرارداد میں مزید مندرج ہے:۔

• کانگرس ہندوستان کی نمائندہ جماعت نہیں ہے۔ تاہم اس کے راہنماؤں نے

مطلق العنانی کی پالیسی کو جاری رکھنے کے لئے ہندوستان کو قومیت کے اونچے معیار پر پہنچانے کے لئے کی گئی کوششوں کی راہ میں روڑا اٹکایا ہے"۔ ہندوستان کی قدیم ترین جماعت پر اس طرح الزام دھرنا پرلے درجے کا ہتک آمیز فعل ہے۔ ایسی حکومت کی زبان سے، جس نے جیسا کہ اس کے مطبوعہ ریکارڈ سے ظاہر ہے، آزادی کیلئے سمجھانے والی ہر کوشش کو رد کئے اور کانگرس کو کسی نہ کسی طرح کچلنے کی کوشش کی ہو۔ یہ الفاظ اچھے نہیں لگتے۔

حکومت ہند کانگرس کی اس پیش کش پر غور کرنے کے لئے رضامند نہیں ہوئی۔ کہ ہندوستانی آزادی کے اعلان کے ساتھ ہی ایک مضبوط عبوری حکومت بنانے کے لئے وہ کانگرس پر اعتماد نہیں کرتی۔ تو مسلم لیگ کو ایسا کرنے کو کہے۔ اور کہ لیگ کی اس عبوری حکومت کو کانگرس عین وفاداری سے قبول کرے گی۔ اس قسم کی پیش کش کانگرس پر لگائے گئے مطلق العنانی کے الزام سے کسی طرح میل نہیں کھاتی۔

میں حکومت کی پیش کش کو جانچنا چاہتا ہوں۔ پیشکش یہ ہے۔ کہ جنگ کے ختم ہوتے ہی ہندوستان اپنے حالات کے موافق حکومت بنا سکے گا۔ اور کہ ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں کو مجموعی طور پر نہ کہ کسی ایک جماعت کو، ہندوستان کے آئندہ آئین کے متعلق فیصلہ کرنے کی پوری آزادی ہوگی۔ کیا اس پیش کش میں حقیقت کا شائبہ تک ہے؟ اب تک کل جماعتیں متفق نہیں ہو سکیں۔ کیا جنگ کے بعد اس کا زیادہ امکان ہوگا؟ اور اگر حصولِ آزادی سے پہلے جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ مطالبات پیش کرنے کے لئے کہا جائے تو جماعتیں برساتی مینڈکوں کی طرح پیدا ہوتی ہیں کیونکہ ان کے اپنی نمائندہ حیثیت ثابت کئے بغیر حکومت حسب معمول انہیں شہ دیگی۔ اور اگر حکومت اور یہ جماعتیں آزادی کی زبانی رٹ لگانے کے باوجود کانگرس اور اس کی پالیسی کی مخالفت کریں تو حکومتی پیش کش کا کھوکھلا پن واضح ہے۔ اسی لئے "خالی کرو" کا نعرہ پہلے لگایا جاتا ہے۔ برطانوی اقتدار کے خاتمے اور غلامی کے تدارک کے بعد ہندوستان کے سیاسی ماحول میں بنیادی تغیر آنے پر ہی صحیح طور پر نمائندہ حکومت

(خواہ وہ عارضی ہو یا مستقل) قائم ہو سکتی ہے۔ مطالبہ کرنے والے کو زندہ دفنانے (قید کر دینے) سے سیاسی تعطل دُور ہو جانے کی بجائے بدتر صورت اختیار کر گیا ہے۔

آگے چل کر قرارداد میں لکھا ہے:۔" کانگرس کی یہ رائے ہے کہ دیگر مفتوحہ ممالک کی افسوسناک مثالوں کے باوجود اپنے مستقبل کے متعلق بے خبر ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے عوام حملہ آوروں سے صلح و آشتی پر آمادہ ہیں۔ حکومت کے نزدیک اس بڑے ملک کی جنتا کے جذبات کی صحیح ترجمانی نہیں کرتی۔" مجھے کروڑوں ہندوستانیوں کے متعلق تو علم نہیں۔ لیکن کانگرس کے بیان کی حمایت میں اپنی مثال پیش کر سکتا ہوں۔ حکومت کو اختیار ہے کہ وہ کانگرس کی شہادت پر اعتبار کرے یا نہ کرے کسی بھی سامراجی طاقت کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ خطرے میں ہے۔ چونکہ کانگرس یہ چاہتی ہے کہ برطانیہ کا حشر بھی وہی نہ ہو۔ جو دیگر سامراجی طاقتوں کا ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ اسے ہندوستان کی آزادی کا اعلان کر کے سامراجی نظام کو خود بخود ترک کر دینے کی تلقین کرتی ہے۔ یہ تحریک کانگرس نے حد درجہ دوستانہ سپرٹ سے شروع کی ہے۔ کانگرس سامراج کو برطانوی عوام اور انسانیت کے اتنا ہی منافی خیال کرتی ہے۔ جتنا کہ ہندوستان کے مفاد کے لیئے۔ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو مجھ سے اختلاف رائے ہو۔ مگر میرا خیال ہے کہ کل ہندوستان کے اور دنیا کے مفاد سے الگ کانگرس کے اپنے مفاد ہیں۔

قرارداد کے آخری حصے کا یہ بیان دلچسپ ہے۔ لیکن ہندوستان کو بچانے کا، جنگ کرنے کی صلاحیت کو برقرار رکھنے کا۔ ہندوستان کے مفاد کی حفاظت اور بزخوف و خطر قوم کی مختلف جماعتوں میں توازن قائم رکھنے کا فرض ان پر (حکومتِ ہند پر) عاید ہے۔ مجھے صرف یہی کہنا ہے۔ کہ ملایا۔ سنگاپور اور برما کے تجربے کے بعد یہ کہنا حقیقت کا مذاق اڑانا ہے۔ ان مختلف جماعتوں میں توازن قائم رکھنے کا دعوے سن کر جن کے درمیان نفاق کی پیدائش کی ذمہ دار خود حکومت ہے۔ افسوس ہوتا ہے۔

ایک بات اور۔ حکومتِ ہند کا اور ہمارا مقصد ایک ہے۔ واضح ترین الفاظ میں یہ چین اور روس کی آزادی کی حفاظت ہے۔ حکومت ہند کا خیال ہے۔ کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ہندوستان کی آزادی ضروری نہیں ہے۔ میری رائے اس کے بالکل برعکس ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو میرا معیار ہیں۔ چین اور روس سے ذاتی تعلقات ہونے کی بنا پر وہ مجھ سے بلکہ آپ سے بھی زیادہ احساس رکھتے ہیں۔ اس مصیبت میں وہ سامراج سے اپنے پرانے جھگڑے کو بھول گئے ہیں۔ وہ فاشیت اور نازیت کی کامیابی سے مجھ سے بھی زیادہ ڈرتے ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ دنوں بحث کی ہے۔ وہ میری رائے کی مخالفت ایک ناقابل بیان جذبے سے کرتے رہے۔ لیکن حقائق کا منطق ان پر غالب آیا۔ جب انہوں نے صاف دیکھا کہ ہندوستان کی آزادی کے بغیر دیگر ہر دو ممالک کی آزادی خطرے میں ہے۔ تو انہوں نے ہار مان لی۔ یقیناً ایسے زبردست دوست اور اتحادی کو قید کر کے آپ نے غلطی کی ہے۔

اگر مشترکہ مقصد کے باوجود کانگرس کے مطالبے کا جواب حکومت ہند جبر و تشدد کی صورت میں دیتی ہے۔ تو اسے حیرت نہ ہونی چاہئے۔ اگر میں یہ نتیجہ نکالوں۔ کہ برطانوی حکومت کے نزدیک اتحادی مقاصد کی اس قدر اہمیت نہ تھی۔ جس قدر سامراجی پالیسی کے اہم جزو کے طور پر ہندوستان پر قبضہ جمائے رکھنے کے خفیہ عزم کی اس عزم کا نتیجہ ہوا کانگرس کے مطالبے کو ٹھکرانا اور جبر و تشدد۔ بے انتہا پیمانے پر جاری موجودہ باہمی کشت و خون نہایت تکلیف دہ ہے۔ لیکن حقیقت کے اس قتل سے، جو اس قرارداد کی دروغ گوئی کے ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ کانگرس کو تقویت پہنچی ہے۔

آپ کو یہ طویل خط لکھتے ہوئے مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ لیکن خواہ میں آپ کے عمل کی کتنی بھی مذمت کیوں نہ کروں۔ میں آپکا وہی جانا پہچانا دوست ہوں۔ میں اب بھی حکومت ہند کی کل پالیسی پر نظرثانی سے خوش ہونگا۔ ایک ایسے شخص کے دلائل کو یونہی نہ جانے جو خود کو برطانوی لوگوں کا مخلص دوست سمجھتا ہے۔ پرماتما آپ کی راہنمائی کرے۔

آپ کا مخلص دوست۔ ایم۔ کے۔ گاندھی

ہوم ممبر کے نام

واحد صحیح راستہ

نئی دہلی - ۲۳ ستمبر ۱۹۴۲ء

بخدمت سیکرٹری صاحب ہوم ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا

جناب من!

کانگرس کے متعلق حکومت کی موجودہ پالیسی کی تعریف میں ہندوستانی ممبران کونسل کی رطب اللسانی سن لینے کے باوجود میں یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر حکومت نے ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے نام میرے خط اور اس کے نتیجے کا انتظار کیا ہوتا۔ تو ملک پر کوئی مصیبت نازل نہ ہوتی۔ یقیناً اس افسوسناک تباہی سے بچاؤ ممکن تھا۔

مخالف رائیوں کے باوجود میرا دعوے ہے۔ کہ کانگرس کی پالیسی اب بھی واضح طور سے عدم تشدد پر مبنی ہے۔ کل کانگرسی راہنماؤں کو جیلوں میں ٹھونسنے کے سبب عوام اس حد تک غصے سے پاگل ہو گئے ہیں۔ کہ انہیں اپنے آپ پر قابو نہیں رہا۔ میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ کانگرس نہیں بلکہ حکومت اس تباہی کی ذمہ دار ہے۔ جو ابھی ابھی ہوئی ہے میرے خیال میں حکومت کے لئے واحد صحیح راستہ یہی ہے۔ کہ وہ کانگرسی راہنماؤں کو رہا کر دے۔ کل جبری طریقے ترک کر دے اور سمجھوتے کی کوشش کرے یقیناً ہر ہیجانی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے حکومت کے پاس کافی ذرائع ہیں جبر سے صرف بے چینی اور تلخی پیدا ہوتی ہے۔

چونکہ مجھے اخبارات حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ اس لئے میں محسوس کرتا ہوں کہ ملک میں ہونے والے افسوسناک واقعات پر میری رائے زنی حکومت کی طرف سے دی گئی سہولت کے ذریعہ سے ہی ہے اگر حکومت کا خیال ہو کہ بطور قیدی مجھے ا..

بیانات دینے کا کوئی حق نہیں - تو انہیں صرف بتا دینا ہو گا - اور میں اس غلطی کو نہیں دہراؤں گا -

آپ کا

ایم - کے - گاندھی

لارڈ لنلتھگو کے نام

نیا سال مبارک ہو!

سالِ نو کی شام ۱۹۴۲ء

ذاتی

ڈیر لارڈ لنلتھگو!

یہ سراسر ذاتی خط ہے۔ بائیبل کے بیان کے خلاف میں نے اس جھگڑے کو جو میں نے آپ سے کیا۔ بہت طول دیا۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ پرانے سال کو گزر جانے دوں۔ پیشتر اس کے کہ آپ کے خلاف جو شکوے میرے سینے میں موجود ہیں انہیں بیان نہ کر دوں میرا خیال تھا کہ ہم دوست ہیں۔ اور اب بھی مجھے یہی سوچنے سے مسرت حاصل ہوتی ہے تاہم ۹ اگست سے اب تک جو کچھ ہوا ہے۔ اس کے پیش نظر مجھے حیرت ہے۔ کہ آیا آپ مجھے ابھی تک اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ میں نے آپ کی گدی پر بیٹھنے والے کسی اور شخص سے اتنے گہرے مراسم پیدا نہیں کیے جتنے آپ سے۔

آپ کا مجھے قید کرنا۔ اس کے بعد ایک اعلان جاری کرنا، راجاجی کو آپ کا جواب، اور اس میں دیئے گئے دلائل، مسٹر ایمرے کا مجھ پر حملہ اور بہت سی دیگر باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ کسی نہ کسی مرحلے پر آپ نے میری نیک نیتی پر ضرور شک کیا ہوگا۔ اس سلسلے میں دیگر کانگریسیوں کا ذکر ضمنی طور پر آ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کانگرس سے منسوب کی گئی کل برائیوں کا مرکز میں ہوں۔ اگر میں آپ کا دوست ہوں تو کیوں آپ نے اس اقدام سے پہلے مجھے نہیں بلایا۔ اور کیوں مجھ پر اپنے شک کا اظہار کر کے حقیقت معلوم نہیں کی۔ میں اپنے آپ کو دوسروں کی نظروں سے دیکھنا بھی جانتا ہوں۔ لیکن موجودہ معاملے میں بری طرح سے ناکام رہا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس سلسلے میں میرے متعلق حکومتی حلقوں میں دیئے گئے بیانات حقیقت سے بہت

دُور ہیں۔ میں اس قدر بے وقار ہو گیا ہوں۔ کہ ایک مرتے ہوئے دوست سے بھی ملاقات نہ کر سکا۔ میری مراد پروفیسر بھانسی سے ہے۔ جو جمور کے سلسلے میں برت رکھے ہوئے تھے۔ اور مجھ سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ میں چند کانگریسیوں کے نام نہاد پر تشدد اقدام کی مذمت کروں۔ اگرچہ اخباروں میں سنسر شدہ خبروں کے علاوہ میرے پاس اس قسم کی مذمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں اس قسم کی رپورٹوں پر قطعاً یقین نہیں کرتا۔ مجھے بہت کچھ لکھنا تھا۔ لیکن میں اپنی داستان غم کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ آپ کو تفصیلات جاننے میں کافی امداد دے گا۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ میں جنوبی افریقہ سے ۱۹۱۴ء میں ہندوستان آیا۔ اور میرا مشن زندگی کے ہر شعبے میں تشدد اور جھوٹ کی بجائے سچ اور عدم تشدد پھیلانا ہے۔ ستیہ آگرہ کا قانون ناقابل شکست ہے۔ جیل بھی اس پیغام کی اشاعت کے بیشتر ذریعوں میں سے ایک ہے۔ اگرچہ یہ طریقہ نقائص سے خالی نہیں۔ آپ نے مجھے ایک ایسے محل میں رکھا ہے۔ جہاں پر مناسب آرام مل سکتا ہے۔ میں نے بطور فرض اس کا فائدہ اٹھایا ہے۔ بطور State کے نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج جو لوگ اقتدار میں ہیں۔ کسی نہ کسی دن محسوس کریں گے۔ کہ انہوں نے معصوم لوگوں سے نامناسب سلوک کیا تھا۔ میں چھ ماہ سے یہاں ہوں۔ عرصہ ختم ہونے والا ہے۔ اور میرا صبر بھی۔ ستیہ آگرہ کا قانون امتحان کے ایسے لمحات کے لئے ایک علاج تجویز کرتا ہے۔ وہ ایک جملے میں یہ ہے —— "برت کے ذریعے گوشت کو ختم کر دو"۔ اس قانون کا استعمال سوائے آخری ہتھیار کے نامعقول ہے۔ اگر میں اس سے بچ سکوں۔ تو میں اس کا استعمال کرنا نہیں چاہتا۔ اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مجھے میری غلطی یا غلطیوں کا یقین دلا دیجئے۔ تاکہ میں کفارہ کر سکوں۔ آپ مجھے بلا سکتے ہیں۔ یا کسی ایسے شخص کو میرے پاس بھیج سکتے ہیں جو آپ کا رازدان ہو۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو اور کتنے ہی ذریعے ہیں۔ میں یہ امید کروں کہ آپ جلد جواب دیں گے؟ پرماتما کرے کہ نئے سال سے ہمیں شانتی نصیب ہو

لارڈ لنلتھگو کے نام

میری خطائیں

۱۹ جنوری ۱۹۴۳ء

(ذاتی خط)

ڈیر لارڈ لنلتھگو!

آپ کا مورخہ ۱۳ ر جنوری کا خط مجھے کل اڑھائی بجے شام کو ملا۔ میں آپ کے جواب سے مایوس ہو چلا تھا۔ بے صبری کے لئے معافی چاہتا ہوں۔

آپ کے خط کو پڑھ کر خوشی ہوئی۔ کہ آپ کے دل میں ابھی میرے لئے جگہ ہے۔

میرا مورخہ ۳۱ر دسمبر کا خط آپ کے خلاف شکوہ تھا۔ آپ کا خط جوابی شکوہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رائے میں آپ کا مجھے قید کرنا واجب تھا۔ اور کہ آپ ان غلطیوں کا شکوہ کرتے ہیں جو آپ کے خیال میں مجھ سے سرزد ہوئیں۔

میرا خیال ہے کہ جو نتیجہ آپ نے میرے خط سے نکالا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے میں نے آپ کی ترجمانی کی روشنی میں اپنے خط کو دوبارہ پڑھا ہے۔ لیکن مجھے اس میں آپ کے معنی نہیں مل سکے۔ میں برت رکھنا چاہتا تھا۔ اور اگر ہماری خط و کتابت سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا؛ اور اگر کروڑوں ہندوستانیوں کی مصیبتوں کا جو ہمہ گیر قلت کے سبب انہیں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں ازالہ نہ ہوا تو ضرور رکھوں گا۔

اگر میں اپنے خط کی آپ کی ترجمانی کو قبول نہ کروں۔ تو آپ مجھے ایک مشورہ دینے کو کہتے ہیں۔ میرے لئے ایسا کرنا تبھی ممکن ہے۔ جب آپ مجھے کانگرس ورکنگ کمیٹی میں شمار کریں۔

اگر آپ مجھے میری غلطی کا یقین دلا دیں۔ تو مجھے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور میں مکمل طور سے اور اعلانیہ اس کا اعتراف اور کفارہ کروں گا۔ لیکن مجھے کسی غلطی کا احساس نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم۔ آیا آپ نے سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا

کے نام میرے خط کو پڑھا ہے یا نہیں۔ جو کچھ میں نے اس خط میں اور ۱۴ر اگست ۱۹۴۲ء کے آپ کے نام خط میں لکھا ہے۔ اسی پر میں اب تک قائم ہوں۔

بلا شبہ ۹ر اگست کے بعد کے واقعات پر مجھے افسوس ہے۔ لیکن کیا ان کی تمام ذمہ داری حکومت ہند پر نہیں ڈالی جا سکتی؟ علاوہ ازیں میں اپنے قابو سے باہر اور ایسے واقعات کے متعلق، جن کا یکطرفہ بیان میں نے پڑھا تھا۔ اپنی رائے کیسے دے سکتا تھا۔ مختلف محکموں کے افسران جو رپورٹیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں آپ کا ان کی صحت پر یقین کرنا لازمی ہے۔ لیکن آپ ایسی بات کی مجھ سے توقع نہیں کر سکتے۔ ایسی رپورٹیں پہلے بھی اکثر اوقات غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اسی وجہ سے اپنے مورخہ ۳۱ر دسمبر کے خط میں میں نے خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ آپ مجھے ان اطلاعات کی صحت کا یقین دلا دیں۔ جن پر آپ نے اپنی رائے قائم کی ہے۔ شاید آپ ایسے بیان دینے کے لیے میری بنیادی مشکل کا احساس کرتے ہوں گے۔

تاہم میں کھلے بندوں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ عدم تشدد پر میرا یقین اتنا ہی پختہ ہے جتنا پہلے تھا۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ کانگریسی کارکنوں کے پرتشدد اقدامات کی میں نے اعلانیہ مذمت کی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک سے زیادہ بار عوام کی غلطی کا کفارہ کیا ہے۔ مجھے آپ کو مثالیں دے کر تنگ کرنا مقصود نہیں ہے۔ میں آپ کو صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ہر ایسے موقعہ پر میں نے ہمیشہ ایک آزاد انسان کی روش قائم رکھی ہے۔

اس مرتبہ حکومت کو ہی جھکنا چاہیئے۔ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ کہ میں آپ کی رائے کے خلاف کہہ رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے تحمل سے کام لیا ہوتا اور مجھے ملاقات کی اجازت دی ہوتی جس کا اعلان میں نے ۸ر اگست کی رات کو کیا تھا۔ تو نتیجہ اچھا ہی نکلتا۔ لیکن ایسا نہیں ہونا تھا۔

یہاں میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ حکومت ہند نے آج سے پہلے بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر پنجاب میں مرحوم جنرل ڈائر کی مذمت کی گئی

یو۔پی میں کانپور کی ایک مسجد کے حصے کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔اور بنگال میں دل بندی کو ختم کر دیا گیا۔ باوجود اس بات کے کہ تشدد عوام سے سرزد ہوا تھا۔لیکن گورنمنٹ نے یہ کفارے کیے۔

مختصر یہ کہ :۔

(۱) اگر آپ مجھے انفرادی طور پر عمل کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔تو مجھے یقین دلایئے کہ میں غلطی پر تھا۔اور میں کفارہ کروں گا۔

(۲) اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کانگرس کی طرف سے کوئی تجویز پیش کروں۔ تو مجھے کانگرس ورکنگ کمیٹی میں شمار کریں۔

اگر میرا بیان واضح نہیں ہے۔یا اگر میں نے آپ کے خط کا مکمل جواب نہیں دیا ہے۔تو براہِ کرم وہ امور بتایئے۔جن کی وضاحت نہیں ہو سکی۔اور میں آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

میں نے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے نام میرے خطوط بمبئی کی حکومت کی معرفت بھیجے جاتے ہیں۔اس عمل سے وقت ضائع ہوتا ہے۔اور چونکہ وقت کی اہمیت اس معاملے میں بہت زیادہ ہے۔اس لئے آپ ہدایات جاری فرمائیں۔کہ آپ کے نام میرے خطوط براہ راست اس کیمپ کے سپرنٹنڈنٹ کی معرفت بھیجے جائیں۔

آپ کا مخلص دوست

ایم۔ کے۔ گاندھی

لارڈ لنلتھگو کے نام

(جب گاندھی جی نے اپنے خطوط میں کانگرس کے اقدامات کی حمایت کی۔ تو لارڈ لنلتھگو کانگرس کو اگست کی گڑبڑ کا ذمہ دار ٹھہراتے رہے ایک خلاف کانگرس اور خلاف ہند تحریک غیر ممالک میں شروع کی گئی اور ہندوستانی "باغیوں" کو بے رحمی سے کچلا جانے لگا۔ حکومت کی اس ظالمانہ پالیسی سے گاندھی جی کو سخت دکھ پہنچا۔ چنانچہ انہوں نے مرن برت رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مندرجہ ذیل خط وائسرائے کو تحریر کیا)

حکومت کے تشدد نے عوام کو پاگل بنا دیا

۲۹ جنوری ۱۹۴۳ء

ڈیئر لارڈ لنلتھگو!

میرے مورخہ ۱۹ جنوری کے خط کا فوری جواب آپ نے دے دیا ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کاش میں آپ سے متفق ہو سکتا۔ کہ آپ کا خط واضح ہے۔ محض اس بنا پر کہ آپ کو کسی بات کا پورا یقین ہے۔ وہ بات مدلل اور واضح نہیں گردانی جا سکتی۔ میں نے مطالبہ کیا ہے اور آخری دم تک کرتا رہوں گا۔ کہ آپ کم از کم مجھے اس رائے کی صحت کا یقین تو دلا دیں۔ کہ کانگرس کا اگست ریزولیوشن ہی ۹ اگست اور اس کے بعد کے عام تشدد کے واقعات کے لئے ذمہ دار ہے۔ اگرچہ یہ سب کچھ بڑے بڑے راہنماؤں کی گرفتاری کے بعد ہوا۔ کیا تشدد کے ان واقعات کے لئے حکومت کی سخت گیری اور ظلم پر مبنی پالیسی ذمہ دار نہیں ہے؟

آپ نے یہ نہیں بتایا۔ کہ اگست ریزولیوشن کا کون سا حصہ بڑا جارحانہ ہے۔ وہ ریزولیوشن کسی طرح بھی یہ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ کانگرس اپنی عدم تشدد

کی پالیسی سے پھر گئی ہے۔ کانگرس قطعی طور پر ہر قسم کی فاشیت کے خلاف ہے۔ کانگرس محض اس حد تک جنگی کوششوں میں تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔ جس حد تک کہ مجموعی موثر تعاون ممکن ہو سکتا ہے۔ کیا یہ سب کچھ قابلِ مذمت ہے؟ شاید ریزو لیوشن کی اس مد پر اعتراض کیا جائے جو سول نافرمانی کے امکان کا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن یہ بجائے خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔ کیونکہ سول نافرمانی کا اصول گاندھی ارون پیکٹ میں مان لیا گیا ہے۔ وہ سول نافرمانی بھی میری آپ کی ملاقات سے پہلے شروع نہ ہوئی تھی۔

اب ان بے ثبوت الزامات کو لیجئے۔ جو سیکرٹری آف سٹیٹ جیسے ذمہ دار وزیر نے کانگرس اور مجھ پر لگائے ہیں۔

یقیناً میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں۔ کہ حکومت کو ٹھوس شہادت کے ذریعے اپنے اقدام کا جواز پیش کرنا چاہیئے۔ نہ کہ صرف زبانی بیانات سے۔

لیکن آپ مجھے ان قتلوں کی وارداتیں سناتے ہیں جو کانگریسیوں نے کئے یہ قتل کی وارداتیں مجھ پر بھی ایسے ہی عیاں ہیں۔ جیسے آپ پر۔ میرا جواب یہ ہے کہ حکومت نے عوام کو اس قدر بھڑکایا ہے۔ کہ وہ پاگل ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ نے گرفتاریوں کی صورت میں تشدد کرنا شروع کیا۔ حضرت عیسٰے کے اصول عدم مزاحمت کا تو ذکر ہی کیا۔ گورنمنٹ کا تشدد جان کے بدلے جان کے اصول سے تجاوز کر گیا ہے اور گورنمنٹ ایک قتل کے عوض ہزار قتل کے اصول پر عمل پیرا ہو رہی ہے۔ میں مطلق العنان حکومت کے ظالمانہ رویے کی تشریح اس سے زیادہ صاف الفاظ میں نہیں کر سکتا۔

اس داستانِ غم میں ان کروڑوں ہندوستانیوں کی مصیبت کو بھی شامل کر لیجئے۔ جو انہیں ہمہ گیر قلتِ خوراک کے سبب اٹھانا پڑ رہی ہیں۔ قومی حکومت ہونے کی صورت میں ان مصیبتوں کا مکمل ازالہ نہیں تو کم از کم ان میں افاقہ تو ضرور کیا جا سکتا تھا۔

اگر میرے درد کا مرہم مجھے نہ ملا۔ تو مجھے ستیہ آگرہیوں کے لئے وضع کئے گئے قانون کا آسرا لینا ہوگا۔ یعنی حتے المقدور برت۔ ۹ر فروری کو صبح ناشتے کے بعد میں اکیس دن کا برت شروع کروں گا۔ جو ۲ر مارچ کو ختم ہوگا۔ اپنے برتوں کے دوران میں عموماً پانی اور نمک کا استعمال کیا کرتا ہوں۔ لیکن ان دنوں میرا نظام پانی کے موافق نہیں ہے۔ اس لئے اس مرتبہ میں پانی میں پھلوں کا رس ملاؤں گا تاکہ پانی کو پی سکوں۔ چونکہ میری مرضی برت رکھ کر مر جانے کی نہیں۔ بلکہ اگر پرماتما نے چاہا۔ تو زندہ رہوں گا۔ حکومت مطلوبہ فریادرسی کر کے اس برت کو جلد بھی ختم کروا سکتی ہے۔

میرے پہلے دو خطوط ذاتی تھے۔ لیکن یہ ذاتی نہیں ہے۔ پہلے دو خطوں میں کوئی رازداری کی بات تو نہیں تھی۔ لیکن وہ ایک شخصی اور ذاتی استدعا کی حیثیت رکھتے تھے۔

لارڈ لنلتھگو کے نام

آخری خط

(گاندھی جی کے برت رکھنے کی اطلاع دینے والے خط کا جواب وائسرائے کی جانب سے خشک اور پھیکا ہی نہیں - بلکہ دھمکیوں سے بھی پُر تھا - یہاں تک کہ اس میں گاندھی جی کے برت رکھنے کے فیصلے کو سیاسی بلیک میلنگ کا نام دیا گیا - گاندھی جی نے مندرجہ ذیل آخری خط وائسرائے کے نام لکھا)

کیوں مجھ سے خفا ہے تو کیا میں نے کیا ہے

ڈیر لارڈ لنلتھگو !

میرے خط مورخہ ۲۹ جنوری کا جو طویل جواب آپ نے مورخہ ۵ فروری کو دیا ہے - اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں - آپ کا آخری بیان میرے ۹ فروری سے شروع ہونے والے برت کے متعلق ہے - میں پہلے اس پر رائے زنی کروں گا - ایک ستیہ آگرہی کے نقطہ نظر سے آپ کا خط مجھے برت کی ترغیب دیتا ہے - بلاشبہ اس حرکت اور اس کے نتائج کی تمام تر ذمہ داری خود مجھ پر ہوگی - آپ کے قلم سے ایک ایسی بات نکل گئی ہے - جس کے لئے میں تیار نہ تھا - دوسرے پیرے کے آخری جملے میں آپ نے میری اس حرکت کو راہِ سفر کی تلاش سے تعبیر کیا ہے مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ ایک دوست ہوتے ہوئے بھی آپ ایک ایسا بزدلانہ اور کمینہ ارادہ مجھ سے منسوب کر سکتے ہیں - آپ نے اسے سیاسی 'بلیک میل' سے بھی تعبیر کیا ہے - اور آپ نے میری گذشتہ تحریر کو میرے ہی خلاف بطور دلیل کے پیش کیا ہے - میں اپنی تحریر پر قائم ہوں - میری رائے میں میری پہلی تحریروں اور موجودہ طرزِ عمل کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے - مجھے حیرت ہے - کہ آیا

آپ نے وہ تحریریں خود پڑھی بھی ہیں یا نہیں۔

میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے آپ کے سامنے آیا ہوں۔ اسی لئے اسی لئے میں نے آپ سے استدعا کی تھی۔ کہ آپ مجھے میری غلطی کا احساس کرا دیں مجھے آپ کی شائع کردہ رپورٹوں پر یقین نہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

آپ نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں تحریک کا آغاز کرتے وقت اس کے پُر تشدد ہو جانے کے امکان سے بے خبر نہیں تھا۔ اور کہ میں تشدد کے واقعات کو در گزر کرنے کے لئے تیار تھا۔ نیز یہ کہ جو تشدد ہوا وہ اس پالیسی کا نتیجہ تھا۔ جو کانگرسی رہنماؤں کی گرفتاری سے بہت عرصہ پہلے تیار کر لی گئی تھی۔ مجھے اس شدید الزام کا کوئی ثبوت نظر نہیں آتا۔ آپ خود مانتے ہیں کہ ثبوت کا وہ حصہ ابھی چھپے گا۔ ہوم ممبر کی وہ تقریر جس کی ایک نقل آپ نے مجھے بھیجی ہے سرکاری وکیل کی افتتاحیہ تقریر سے بڑھ کر اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس میں کانگرسیوں پر بے ثبوت الزامات لگائے گئے ہیں۔ بلاشبہ اس نے پُر تشدد شورش کا بیان مؤثر پیرائے میں کیا ہے۔ لیکن اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ایسا کب اور کیوں ہوا۔ آپ کی حکومت نے عورتوں اور مردوں پر مقدمہ چلانے اور ان کی صفائی سننے سے پہلے ہی انہیں سزائیں دی ہیں۔ یقیناً میرا یہ مطالبہ کہ ان پر لگائے گئے الزامات کے ثبوت بہم پہنچائے جائیں۔ نامناسب نہیں ہے۔ محض آپ کے لکھ دینے سے کوئی معاملہ ثابت نہیں سمجھا جا سکتا۔ ثبوت انگریزی آئین کے معیار پر پورا اُترنا چاہئے۔

اگر ورکنگ کمیٹی کے کسی ممبر کی بیوی بم پھینکنے یا دیگر دہشت پسندانہ اقدام کی تیاریاں کرتی پکڑی جائے۔ تو اس پر عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ اور اگر وہ قصوروار ثابت ہو تو اسے سزا دی جائے۔ آپ نے جس خاتون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس نے ایسے اقدامات گورنمنٹ کی طرف سے کی گئیں ہمہ گیر گرفتاریوں

کے بعد ہی کئے ہوں گے۔ اور میں ان گرفتاریوں کو انتہائی متشدد سمجھتا ہوں۔
آپ نے فرمایا ہے کہ کانگرس کے خلاف الزامات کے شائع کرنے کا موزوں وقت ابھی نہیں آیا۔ کیا آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ ایک غیر جانبدار عدالت کے سامنے پیش کرنے پر ان کے بے بنیاد ثابت ہونے کا امکان بھی ہے؟ اس اثناء میں بہت سے ملزمین مر چکے ہوں گے۔ اور بہت سے ثبوت جو اب بہم پہنچائے جا سکتے ہیں۔ پھر حاصل نہ ہو سکیں گے۔

میں پھر اس بات کا اعادہ کرتا ہوں۔ کہ جو معاہدہ ۵ مارچ ۱۹۳۱ء کو حکومتِ ہند اور میرے درمیان ہوا تھا۔ اس میں سول نافرمانی کے اصول کو بالواسطہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کو علم ہوگا۔ کہ اس معاہدے کا خیال تک پیدا ہونے سے پہلے کانگرسی لیڈروں کو رہا کر دیا گیا تھا۔ اور حکومت کے چند شرائط پورا کرنے کی صورت میں سول نافرمانی کو کچھ عرصہ کے لئے ترک کر دیا گیا تھا۔ یہ گویا ان حالات میں اس اصول کے آئینی ہونے کا اعتراف تھا۔ چنانچہ مجھے یہ جان کر حیرت ہوتی ہے۔ کہ آپ کی رائے میں آپ کی حکومت کسی طرح سول نافرمانی کے اصول کو نہیں مان سکتی۔

آپ برطانوی حکومت کی اس روایت کو بھولتے ہیں جس کی رُو سے موجودہ تحریک کو پرامن سمجھ کر اسے جرم کی نسبت سے مبرا کر دیا گیا ہے۔

میرے خطوط میں آپ نے وہ مطلب ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ جو میرے بیان کے خلاف ہے۔ چونکہ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میرے نقطہ نظر کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ملک کے امن کی ضامن حکومت ایسی تحریکوں کو وجود میں آنے دے۔ جس کا مقصد تشدد پھیلانا۔ ذرائع رسل و رسائل میں رخنہ اندازی کرنا۔ بیگناہ لوگوں پر حملوں اور پولیس افسروں کے قتل کی حوصلہ افزائی کرنا ہو۔ اگر آپ کو یہ وسواس ہے کہ میں ایسے واقعات کی حمایت کرتا ہوں۔ تو یقیناً آپ مجھے بڑا عجیب و غریب دوست سمجھتے ہوں گے۔

ہیں نے ان رائٹس اور بیانات کا جامع جواب نہیں دیا۔ جو مجھ سے منسوب کئے گئے ہیں۔ یہ مقام اور وقت ایسے جواب کے لئے موزوں نہیں۔ میں نے صرف ان باتوں کا انتخاب کیا ہے۔ جن کا فوری جواب دینا لازمی تھا۔ آپ نے اب میرے لئے اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔ سوائے اس کے کہ میں اب اپنے آپ کو ایک کڑی آزمائش میں ڈالوں۔ لہذا میں نہایت نیک نیتی سے ۹ مارچ کو برت شروع کر دوں گا۔ باوجود اس کے کہ آپ نے اسے سیاسی بلیک میل قرار دیا ہے۔ میرا مدعا اس کے ذریعے عدالتِ عالیہ سے اس انصاف کے لئے اپیل کرنا ہے۔ جو مجھے آپ سے نہ مل سکا۔ اگر میں اس برت سے جانبر نہ ہو سکا۔ تو میں اس پختہ یقین کے ساتھ پرماتما کی عدالت میں جا سکوں گا۔ کہ میں بے قصور ہوں اور آنے والی نسلیں آپ کو بطور مطلق العنان حکومت کے نمائندے کے اور مجھے ایک حقیر انسان کے طور پر جس نے اپنے ملک اور اس کے ذریعے انسانیت کی خدمت کرنے کی کوشش کی یاد کریں گی۔

میرے خط میں وقت کی قلت کے سبب ایک اہم پیرا بازنوشت کے طور پر لکھا گیا تھا۔ اب میں آپ کو مسٹر پیارے لال کی ٹائپ ہوئی ایک نقل بھیج رہا ہوں۔ آپ کو بازنوشت کا پیرا اپنی اصلی جگہ پر ملے گا۔

آپ کا مخلص دوست

ایم۔ کے۔ گاندھی

مسٹر رچرڈز کے نام

للہ مجھے جیل میں ہی رہنے دیجئے

ڈیر مسٹر رچرڈ!

میں نے آپ کے خط کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جو خط و کتابت میرے اور ہز ایکسیلنسی کے درمیان ہوئی ہے یا آپ کے خط سے۔ میرے برت کے ارادے کو ترک کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ملتی۔ میں نے ہز ایکسیلنسی کو لکھے گئے خطوط میں ان شرائط کا ذکر کر دیا ہے۔ جو مجھے یہ قدم اٹھانے سے روک سکتی ہیں۔ اگر میری سہولت کے لئے مجھے عارضی طور پر رہا کرنا زیر غور ہے۔ تو میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنا برت بطور نظر بند یا قیدی کے بخوبی رکھ سکتا ہوں۔ اگر یہ عارضی رہائی حکومت کی اپنی سہولت کے پیش نظر ہو۔ تو مجھے افسوس ہے۔ کہ باوجود خواہش کے میں ان کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ کہ بطور قیدی کے میں گورنمنٹ کی ہر اس تکلیف کو دور کرنے کی عاجزانہ کوشش کروں گا۔ جو برت رکھے جانے سے پیدا نہیں ہوتی۔